تعمیرِ حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

اشاعت کے ۴۰ سال

دشمن سے زیادہ اللہ کی معصیت سے ڈریں

''اللہ کے بندہ امیر المؤمنین عمر کا یہ ہدایت نامہ منصور بن غالب کے نام جب کہ امیر المؤمنین نے ان کو اہلِ حرب سے اور ان اہلِ صلح سے جو مقابلہ میں آئیں، جنگ کرنیکے لئے بھیجا ہے، امیر المؤمنین نے ان کو یہ حکم دیا ہے کہ ہر حال میں تقویٰ اختیار کریں کیوں کہ اللہ کا تقویٰ بہترین سامان، مؤثر ترین تدبیر اور حقیقی طاقت ہے۔ امیر المؤمنین ان کو حکم دیتے ہیں کہ وہ اپنے اور اپنے ساتھیوں کیلئے دشمن سے زیادہ اللہ کی معصیت سے ڈریں کیوں کہ گناہ، دشمن کی تدبیروں سے زیادہ انسان کے لئے خطرناک ہے اور ان کے گناہوں کی وجہ سے ان پر غالب آجاتے ہیں۔ اگر ہم اور وہ دونوں معصیت میں برابر ہو جائیں تو وہ قوت اور تعداد میں ہم سے بڑھ کر ثابت ہوں گے۔ اپنے گناہوں سے زیادہ کسی کی دشمنی سے چوکنا نہ ہوں جہاں تک ممکن ہو اپنے گناہوں سے زیادہ کسی چیز کی فکر نہ کریں۔''

(حضرت عمر بن عبد العزیز کا ایک فرمان)

۲۵ نومبر ۲۰۰۲ء

Rs. 7/-

Regd. No- LW/NP/63

R.N.I. No- UP.URD/2001/6071

TAMEER-E-HAYAT Fortnightly, Nov. 2002, Vol.2, Issue No: 18

Nadwatul Ulama, Lucknow-226 007

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ لوگو! آگ سے بچو اگرچہ چھوارے کا ایک ٹکڑا ہی دے کر سہی۔ (بخاری)

PH: 0547-520675
MOBILE: 9838059691

درد سے فوراً آرام

مؤ لال تیل

جوڑوں کے درد، چوٹ، موچ، زخم، جلنے، کٹنے، ورم، بچوں کے سردی لگ جانے میں مفید ہے۔

تیار کردہ

Girhast Chemicals Company

Maunath Bhanjan-MAU-275101 (U.P.)

Ph. No. 260433-242946

جدید و دلکش سونے چاندی کے زیورات کے لئے

ہمارے شوروم میں

آپ کا خیر مقدم ہے

گھنہ پیلیس

حاجی عبد الرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں محمد معروف خاں

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ

طلباء اور تاجران کتب کے لئے خاص رعایت

تاج

اسلامک جنتری دستیاب ہے

طلب کریں۔ قیمت ..۱۵

ہر قسم کے قرآن مجید مترجم، غیر مترجم، حمائل، قاعدے پارے، پنج سورے، عربی، فارسی، اردو کی درسی غیر درسی نیز ہائی اسکول انٹر، جامعہ اردو علی گڑھ کی گائیڈ اور گیس پیپر وغیرہ بہترین اور مناسب قیمت میں ہم سے طلب کریں۔

نوٹ: آپ اپنی ضرورت کی کتب بذریعہ ڈاک بھی طلب کر سکتے ہیں۔

تاج بکڈپو، اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ

ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز

اعلیٰ کوالٹی۔ جدید ترین فیشن کے

Shirt, Trousers Coat Suits, Embroidered, Sherwanis,Pullowrre, Jackets, Kurta, Vastecoat suit, Night suits& ties

شادی بیاہ، تیوہار اور پارٹی کے موقع کے لئے شاندار ذخیرہ

تشریف لائیں

MEN MARK®

Men's Exclusive

58,Halwasia Market.

Hazratganj, Lucknow

Ph.: Shop:216948 Resi.: 227443

بطینا

قبض اور گیس کی کامیاب دوا

• قبض، گیس، بھوک نہ لگنا۔

• تلی، گرانی اور دیگر خرابیوں کیلئے

• بیحد مفید چورن۔

استعمال کریں، آرام پائیں۔

HASANI PHARMACY

117/41Gwynne, Road, Lucknow - 226018 Ph.: 202677

حسنی فارمیسی کی ایجنسی کے لئے رابطہ قائم کریں

چشمہ ساگر

ہمارے یہاں کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ کی جاتی ہے۔

AUTO REFRECTO METER AR-860

فوٹو کرومک ☆ کونٹیکٹ لینس ☆ ہائی انڈیکس ریزن لینس فینسی پاور و دھوپ کے چشموں کا قابل اعتماد مرکز

ایک بار خدمت کا موقع دیں

آپٹیشین اے۔ رحمن (علیگ)

آشفرجی کی مورتی کے نزدیک، معتبر گنج، اعظم گڑھ

Office Ph. No- 787250 (Ext.) 18, Guest House - 323864 Fax No- 0522-787310, 788376

Printed And Published by *Athar Husain* on behalf of Nadwatul Ulama at Parekh Press Tagore Marge, Lucknow-U.P.

Editor : *Shamsul Haq Nadwi*

ہم نے اپنے اندرونی اختلافات سے شکست کھائی ہے

تاریخِ اسلام کا سب سے بڑا المیہ نفسانیت کا وہ کھیل ہے جو ہمیشہ اپنا تماشہ دکھاتا رہا، ہم نے کبھی اپنے دشمنوں سے شکست نہیں کھائی، تاریخِ عالم اور تاریخ اسلام پر نظر رکھنے والے ایک طالب علم کی یہ بات سن لیجئے اور اس کو اپنے دلوں اور دماغوں میں امانت رکھ لیجئے کہ ہم نے اپنے دشمنوں سے شکست نہیں کھائی ہے، ہم نے اپنے اندرونی اختلافات سے شکست کھائی ہے، اسی نفسانیت کی بدولت ہم نے سلطنتیں کھوئی ہیں، ہمارے ملکوں کے چراغ گل ہو گئے ہیں، اور اسلام بعض اوقات پورے پورے ملکوں سے خارج کر دیا گیا ہے۔

اس کی میں صرف ایک مثال دوں گا، وہ مثال اسپین کی ہے، اسپین سے اسلام کو نکالنے والی سب سے بڑی طاقت نفسانیت اور باہمی خانہ جنگی تھی۔

میں اسے تسلیم نہیں کرتا کہ تنہا عیسائی طاقت نے اندلس سے اسلام اور مسلمانوں کو نکالا اور ان کا چراغ گل کر دیا، اس میں بہت کچھ دخل تھا شمالی عربوں، حجازیوں اور یمنی عربوں کی باہمی آویزش اور داخلی نزاعات کا جو عرصہ سے چل رہے تھے، یمنی اور حجازی، ربیعہ اور مضر کی باہمی جنگ سے یہ نوبت آئی کہ اسلام اسپین سے آخری طور پر نکال دیا گیا اور یہ ملک اقبالؔ کے الفاظ میں اذانوں سے محروم ہو گیا

دیدۂ انجم میں ہے تیری زمیں آسماں
آہ کہ صدیوں سے ہے تیری فضا بے اذاں

یہی داستان اکثر اسلامی ملکوں کی ہے، برصغیر ہند میں مغلوں کا شیرازہ بکھیرنے والی، مسلمانوں کو اقتدار سے محروم کر دینے والی اور ان کی طاقت کا چراغ گل کر دینے والی چیز یہی نفسانیت تھی۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

(ماخوذ از "نئی دنیا" (امریکہ) میں صاف صاف باتیں")

پندرہ روزہ تعمیر حیات لکھنؤ
اشاعت کے ۴۰ سال
جلد نمبر ۴۰ | ۲۵ دسمبر ۲۰۰۲ء مطابق شوال المکرم ۱۴۲۳ھ | شمارہ نمبر ۴

زیر سرپرستی
حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

نگران خصوصی
حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی
(معتمد تعلیم، ندوۃ العلماء لکھنؤ)
پروفیسر وصی احمد صدیقی
(معتمد مال ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر عام: مولانا شمس الحق ندوی
رئیس التحریر: امین الدین شجاع الدین
معاون: ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی
معاون: محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت
مولانا نذر الحفیظ ندوی — مولانا عبداللہ حسنی ندوی
مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری

زر تعاون
سالانہ /۱۵۰ روپے — فی شمارہ /۷ روپے
ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک /۳۵ ڈالر
بیرونی ممالک بحری ڈاک /۳۰ ڈالر
(ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات لکھنؤ کے نام سے بنائیں۔)

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ
Tameer-e-Hayat
Post Box No. 93, Nadwatul Ulama Lucknow-226007
فون (دفتر) 2787250(Ext.)18 مہمان خانہ: (0522) 2323864
Website : www.nadwatululama.org
e-mail : nadwa@sanchrnet.in
thetameer-e-hayat@nadwatululama.org

مضامین و مندرجات سے متعلق سارے امور میں رئیس التحریر سے خط و کتابت کی جائے اور انتظامی امور میں مدیر عام سے رجوع کریں۔

پرنٹر، پبلشر اطہر حسین نے پاریجا آفسیٹ پرنٹنگ پریس، ٹیگور مارگ لکھنؤ میں چھپوا کر دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

رئیس التحریر کی میز سے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قارئین محترم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

الحمد للہ عید سعید خیر وعافیت سے گزر گئی، ۶ دسمبر کا دن بھی گزر گیا اور بابری مسجد کی شہادت کی یاد بھی دلا گیا۔ عین ۶ دسمبر کی تاریخ کو عید کا دن پڑنے سے وسوسے اور اندیشے بھی ظاہر کئے گئے لیکن ہمارے نزدیک "یکم شوال اور ۶ دسمبر" کا یہ سنگم مسلمانوں کو دعوت غور وفکر دے رہا تھا۔ اسلامی تاریخ میں رمضان المبارک میں جو واقعات پیش آئے، اس کے مضمرات پر غور کرنے کی دعوت!! تاریخ قوموں کا حافظہ ہی نہیں، رہبر و رہنما بھی ہو سکتی ہے بشرطیکہ قومیں اس کی روشنی میں اپنا لائحہ عمل طے کریں۔ ہم مشکور ہیں حضرت ناظم ندوۃ العلماء کے کہ آں موصوف کا فکر انگیز اداریہ اور اسی کے ساتھ ان کا انٹرویو ان نکات کو واضح کرتا اور قرآن وسنت، سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں غور وفکر کی روشنی میں اپنا لائحہ عمل طے کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ "مطالعہ قرآن" میں مخدوم ومربی مولانا عبداللہ عباس ندوی کی ایک مختصر مگر جامع تحریر شامل اشاعت ہے۔ گزشتہ دنوں پارلیمان کے ایوان سے لے کر اخبارات کے کالموں تک "زنا کے جرم کی سزا" کا موضوع، موضوع بحث بنا رہا اور اس جرم کی سنگینی اور تباہ کاریوں کے نتیجہ میں اس کے لئے سخت ترین قانون بنائے جانے کی تائید کی گئی اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس شمارہ میں ایک مضمون "اسلام میں زنا کی سزا" کو شامل کیا جا رہا ہے جس کا مطالعہ بتاتا ہے کہ جرائم کی روک تھام کے لئے دنیا کو اس قانون کی ضرورت ہے جو اس کارخانۂ عالم کے خالق کا وضع کردہ ہے۔ مولانا شہباز اصلاحی کی وفات کو ہم بھلا بھی نہ پائے تھے کہ مفکر اسلامؒ کے رفیق وعزیز مولانا ابوبکر حسنی کے سایۂ شفقت سے بھی ہم محروم ہو گئے۔ اس شمارہ میں مولانا مرحوم پر مولانا برہان الدین سنبھلی صاحب کا مضمون شامل ہے۔ حج کا زمانہ بھی قریب ہے اوائل جنوری سے حجاج کرام کے قافلوں کی روانگی کا سلسلہ شروع ہونے جا رہا ہے اس مناسبت سے "دربار نبوت میں حاضری" کے ساتھ حضرت مولانا علی میاں کا وہ مضمون اس شمارہ کے صفحات کی زینت ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ حج کا اہم مقصد حضرت ابراہیمؑ سے تجدید تعلق ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سارا مسئلہ یہی ہے کہ ہم میں ابراہیمؑ کے اس ایمان کے پیدا ہونے کی دیر ہے جس کی بدولت آگ گلستان بن سکتی ہے۔

والسلام

امین الدین شجاع

ندوہ
۱۵ر شوال المکرم ۱۴۲۳ھ

دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ اس شمارہ کے ساتھ آپ کا زر تعاون ختم ہو چکا ہے، ازراہ کرم سالانہ زر تعاون ۱۵۰ روپے ارسال فرما کر ممنون کریں۔

دستک

دوا کا نسخہ

زیارت کے لئے نہیں استعمال کے لئے ہے

ایسے مریض کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہوگی جس کو اپنا مرض معلوم ہو، اس کے پاس ماہر وحاذق طبیب کا نسخہ ہو، اس نسخہ کی تاثیر پر اس کو یقین ہو، وہ کبھی اس نسخہ کو محبت سے دیکھ لیتا ہو اور کبھی عقیدت سے چوم بھی لیتا ہو۔۔۔۔لیکن نہیں کرتا تو بس یہ کہ اس نسخہ کو استعمال نہیں کرتا۔۔۔۔ایسے مریض کی ہلاکت میں شبہ ہی کیوں کر باقی رہ جاتا ہے۔۔۔۔

مسلمانوں کے پاس قرآن کی شکل میں نسخۂ کیمیا بھی ہے اور ان کے سامنے اس نسخۂ کیمیا کو لانے والی عظیم المرتبت ہستی ﷺ کی سیرت طیبہ بھی ہے۔۔۔ان پر یہ ذمہ داری تھی کہ جہانوں کے پالن ہار کے اس نسخۂ کیمیا کو وہ دنیا کے سامنے انسانیت کے درد کے درماں کے طور پر پیش کرتے اور رحمۃ للعالمینؐ کے دردمند امتی ہونے کا ثبوت دیتے مگر افسوس کہ ان سے اس فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی ہوئی اور شاید اسی کا خمیازہ ہے کہ آج انھیں یہ شکایت ہے کہ وہ غیروں کی سازشوں اور اپنوں کی نوازشوں دونوں کا شکار ہیں۔

مسلمانوں کی یہ شکایت بالکل بے جا بھی نہیں لیکن آخر مسلمانوں سے یہ شکایت کون کرے کہ وہ اپنے مسائل کے حل کے لئے دنیا کی دوسری قوموں میں رائج طور طریقوں پر تو غور کرتے ہیں اور انھیں اپناتے بھی ہیں لیکن افسوس کہ اس طرف ان کا ذہن کم ہی مائل ہوتا ہے کہ اپنی گتھیوں کو سلجھانے کے لئے وہ قرآن پاک سے رہنمائی اور سیرت رسول پاک ﷺ سے روشنی حاصل کریں۔

ذور ہے کہ الجھتی چلی جارہی ہے، بس اس کا حل یہی ہے کہ ملت دل وجان سے قرآن وسنت اور حیات رسول ﷺ کو ہی اپنا راہبر و راہنما تسلیم کرے اور نیک نیتی وصدق دلی کے ساتھ ان میں اپنے مسائل کا حل تلاش کرے، ورنہ خاکم بدہن اس مریض کی طرح اس ملت کو بھی کوئی تباہی وبربادی سے بچا نہ سکے گا، جو دوا کے نسخہ کو عقیدت ومحبت اور امید وبیم کے ساتھ دیکھ تو لیتا ہو مگر اسے استعمال نہیں کرتا۔ (ا۔ش)

اس شمارے میں

ادار یہ۔۔۔۔۔۔۔
رمضان وعید الفطر اور اس کے مضمرات — م۔ر۔ندوی — ۳
قندِ مکرر۔۔۔۔۔۔۔
اسلامی صحافت اور اس کا مستقبل — مولانا محمد الحسنیؒ — ۵
سخنِ دلنواز۔۔۔۔۔۔۔
حج کا سب سے اہم مقصد: حضرت ابراہیم سے تجدید تعلق — حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ — ۶
مطالعۂ قرآن۔۔۔۔۔۔۔
سورۂ فاتحہ جامع ترین دعاء — مولانا عبداللہ عباس ندوی — ۸
مطالعۂ حدیث۔۔۔۔۔۔۔
حسنِ سلوک — سید بلال عبدالحی حسنی — ۹
گلہائے عقیدت۔۔۔۔۔۔۔
رحمتِ عالم صل علیٰ — علامہ سید سلیمان ندویؒ — ۹
روبرو۔۔۔۔۔۔۔
بابری مسجد سانحہ اور گجرات کے انتخابی نتائج پر صدر مسلم پرسنل لاء بورڈ سے ایک گفتگو — امین شجاع — ۱۰
تزکیہ واحسان۔۔۔۔۔۔۔
بیعت تقویٰ وتوبہ — مولانا ولی رحمانی — ۱۳
تأثرات۔۔۔۔۔۔۔
دربارِ نبوت ﷺ میں حاضری — زائرین حرم نبویؐ — ۱۶
محاسنِ اسلام۔۔۔۔۔۔۔
اسلام میں زنا کی سزا — مولانا عتیق احمد قاسمی — ۱۸
افادات۔۔۔۔۔۔۔
دل کی تپش زندگی کو زندہ تر بناتی ہے — مولانا شہباز اصلاحیؒ — ۲۲
یادِ رفتگاں۔۔۔۔۔۔۔
ہمارے حسنی صاحبؒ — مولانا محمد برہان الدین سنبھلی — ۲۴
ڈاکٹر مصطفیٰ مشہورؒ — محمود حسن حسنی — ۲۶
یادِ ماضی۔۔۔۔۔۔۔
عہد پیری میں شباب کی یادیں — ڈاکٹر نعیم صدیقی ندوی — ۲۷
سوال وجواب۔۔۔۔۔۔۔
حج کے فرائض واجبات وجنایات — ۲۹
کتابوں کی دنیا۔۔۔۔۔۔۔
شعری مجموعہ "الف میم" — محمد عبدالرشید ندوی — ۳۰
عالمی خبریں — معید اشرف ندوی — ۳۱
آخری صفحہ کامیابی کی راہیں — امین الدین شجاع الدین — ۳۲

رمضان وعید الفطر اور اس کے پُر مسرّت مضمرات

م۔ر۔ندوی

مسلمانوں کے سالانہ بہتر عمل اور بہتر جزاء کا عظیم موقع رمضان المبارک اور عید الفطر کی صورت میں ہر سال آتا ہے اور اللہ کے ان نیک بندوں کو عطا ہوتا ہے، جو اس کو حاصل کرنے اور اس سے استفادہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ کے یہ نیک بندے اپنے پروردگار کو راضی رکھنے اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے پورے ایک ماہ کے دنوں میں کھانے پینے کے تقاضہ کو حسب خواہش اور نفسانی رغبتوں کو حسب طلب پورا کرنے سے گریز کرتے ہیں اور اس ماہ کی راتوں میں اپنی پیشانیوں کو اپنے رب کے حضور میں بار بار زمین بوس کرتے ہیں، اور اپنے مالکِ حقیقی کے سامنے عجز ونیاز کا اظہار کرتے ہوئے صمیم دل سے کہتے ہیں کہ اے پروردگار، ہم آپ کے ناتواں بندے ہیں، ہم کچھ نہیں تھے، آپ نے پیدا کیا، ہم عاجز وناتواں تھے، تو نے حفاظت کی اور جینے کا سہارا دیا، ہم مطیع وفرماں بردار ہیں، آپ کے سامنے سرِ نیاز خم کرتے ہیں، غریبوں اور ناداروں کے حالات فقر اور احساسات کلفت کو محسوس کرتے ہوئے، اپنے کو خواہ کچھ تھوڑے وقت کے لئے ان سے مشابہت اختیار کرتے ہیں، اور اپنے نفس کے تقاضوں کو پورا کرنے میں تیری رضا کی پابندی کرتے ہیں، تو ہم سے راضی ہو جا اور ہم کو کامیاب اور سرخرو بنا، اللہ تعالیٰ کو اپنے ان بندوں کی یہ کیفیت بہت پسند آتی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں کے لئے عظیم جزاء کا وعدہ کیا ہے، وہ اس کی مقدار کا فیصلہ ماہ کے اختتام پر شب عید میں فرماتا ہے، اس طرح عید کا دن مسرت اور نعمت کا مجموعہ بن جاتا ہے اور اس کو مسرت واحساس نعمت کے طور پر محسوس کرنے اور فائدہ اٹھانے کا حکم بھی دیا گیا ہے، اس میں احساسِ شکر بھی ہے، جو عید کے دوگانے کی صورت میں ظاہر کیا جاتا ہے، ان کا یہ اظہارِ تشکر ومسرت بھی اپنے پروردگار کی مرضی کے لئے اور اس کے حکم کی تعمیل میں ہوتا ہے یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس میں اور بھی کئی مسرتیں اور نعمتیں عطا کی گئی ہیں، اس میں اللہ تعالیٰ کا کلام قرآن مجید نازل ہوا، اور اسی ماہ میں غزوہ بدر پیش آیا، جس کو یوم الفرقان کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، اور اسی ماہ میں مرکز اسلام مکۃ المکرمہ برسوں کی محرومی کے بعد مسلمانوں کو حاصل ہوا، مسلمانوں کو ۱۳ رسال کے صبر واستقلال اور ضبطِ نفس کے مجاہدوں اور قربانیوں کے بعد پہلی مرتبہ اپنے دشمن پر فتح حاصل ہوئی، یہ عظیم فتح تھی جس سے مسلمانوں کا وقار پورے عرب میں قائم ہوا، غزوہ بدر سے، جس میں مسلمانوں کا اپنے دیرینہ اور اصل دشمن سے مقابلہ تھا ہم کو امن وجنگ کے معاملات میں اللہ کی طرف سے خصوصی رہنمائی ملتی ہے اور بڑا سبق ملتا ہے اسی طرح فتح مکہ سے بھی بڑی رہنمائی حاصل ہوتی ہے، یہ دونوں واقعے اسلامی تاریخ کے بنیادی سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں اور ملت اسلامیہ کے لئے ان میں بڑا سبق ہے، جس سے مسلمانوں

غزوہ بدر کی ملت خصوصی رہنمائی حاصل کرسکتی ہے، ہم کو رمضان المبارک کے موقع پر ان دونوں کو بھی اپنے لئے رہنمائی کا ذریعہ سمجھنا چاہئے۔ غزوہ بدر کا واقعہ، ۱۳ سال کی مکی زندگی میں مسلسل اور سخت سے سخت تکلیفیں جھیلنے اور ظلم وتشدد برداشت کرنے، اور یک طرفہ صبر و برداشت کا ثبوت دیتے ہوئے بالآخر وطن ومال ومتاع کو خیر باد کہہ کر منتقل ہوجانے پر مجبور ہونے کے بعد پیش آیا، مکہ کی ۱۳ سالہ مدت میں مسلمانوں کو مشرکین مکہ کی طرف سے کئے جانے والے ہر ظلم کو برداشت کرتے رہنے کی تلقین کی گئی تھی حکم آیا تھا کہ کفوا ایدیکم واقیموا الصلوٰۃ کہ اپنے ہاتھ روکے رکھو اور نماز قائم کرتے رہو، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا، ایک ذرہ بھی انتقام یا مقابلہ کا طریقہ اختیار نہیں کیا اور صرف اپنی اصلاح اور دوسروں کو نصیحت پر اکتفا کرتے رہے، لیکن جب وطن چھوڑ کر پردیس میں مقیم ہوجانے پر بھی ظلم وزیادتی وہاں تک پہونچانے کی کوشش ہونے لگی تو مسلمانوں کو اجازت ملی کہ وہ اپنے کو منظم کرکے مقابلہ کرسکتے ہیں، چنانچہ دشمنی کا جواب دینے کا یہ پہلا موقع تھا، جو بدر میں پیش آیا، وہ محض اللہ کے بھروسہ پر میدان جنگ میں آئے چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی مدد آئی، فرشتوں نے باقاعدہ جنگ میں شرکت کی، اور مشرکین کی فوج کو کھلی شکست ہوئی اور مسلمانوں کو ۱۳ سال کی مشقتوں کا پہلی بار صلہ ملا، یہ صلہ تین خصوصیات کا حامل تھا۔

پہلی خصوصیت تو یہ کہ ۱۳ سال تک تکلیف دہ حالات میں بھی اعلیٰ کردار اور انسانیت نوازی پر قائم رہنے اور محض حکم الٰہی کی تعمیل میں، سخت سے سخت زیادتی کا بھی جواب دینے سے گریز کرتے رہے، اور انتقامی کارروائی کے لئے حکم الٰہی ہی کے منتظر رہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حکموں پر پوری عملداری میں صبر و برداشت کا ثبوت دینے کے امتحان میں وہ سو فیصد کامیاب رہے اس کامیابی سے ان میں وہ اعتماد پیدا ہوا، جس نے ان کی آئندہ کی زندگی کو جدوجہد کی راہ میں ان کے قدموں کو مضبوط بنایا اور ہمت بڑھائی، اور وہ اپنے پروردگار کے فرماں بردار بندے ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ناقابل شکست طاقت بن گئے۔

دوسری خصوصیت یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس صبر وثبات اور حق کے لئے جانی مالی تکلیف اٹھانے کو قبول فرمایا، اور ان کو جنت کا مستحق قرار دیا، جو نہایت غیر معمولی بشارت اور خوش خبری کی بات ہوتی ہے۔

تیسرے یہ کہ دشمن کی دشمنی کا جواب دینے کی اجازت ملنے پر ان کو مقابلہ کا موقع ملا، اور اس دشمن کو جو کبر ونخوت اور ظلم وتشدد میں شیر بنا ہوا تھا، مسلمانوں کے مظلوم ہاتھوں سے شکست ہوئی اور دشمن کے سامنے اپنے کو سربلند کرنے اور اعتماد کے ساتھ مقابلہ کرنے کی قوت حاصل ہوئی، مسلمانوں کو اپنے دین کی عظیم قدروں کی پابندی کرنے پر ان کو بدر کی فتح کی صورت میں مذکورہ بالا فائدے حاصل ہوئے اور وہ طاقتور اور پر وقار امت ہوئے، پھر وہ دشمنوں کا مقابلہ کامیابی کے ساتھ کرتے ہوئے ۸ھ میں مکہ مکرمہ میں فاتحانہ داخل ہونے کے لائق ہوئے اور یہ فتح انہوں نے بغیر جنگ اور بغیر فوج کشی کے حاصل کی، اور انہوں نے دیکھا کہ اعلیٰ قدروں پر قائم رہتے ہوئے، اعلیٰ کردار پر عمل کرنے سے وہ کامیابی ملتی ہے، جو محض طاقت کے انحصار سے نہیں ہوتی۔

❀❀❀❀❀

قندِ مکرر
تعمیر حیات کا ایک ورق
۴۰ برس پہلے

اسلامی صحافت اور اس کا مستقبل

جہاں تک ہماری اسلامی صحافت کا تعلق ہے وہ اس میدان میں ابھی بہت پیچھے ہے، وہ ابھی تک شخصی اور انفرادی ہے، ادارہ اور جماعت سے تعلق ہونے کی شکل میں بھی اس کا دارومدار ایک شخص یا چند اشخاص پر رہتا ہے جو اس کے معاون کی حیثیت سے کام کرتے ہیں۔ ان کو شاید صحافت کے کردار (Role) اور حصہ (Contribution) کا پورا احساس بھی نہیں ہے، اور وہ اس کی طرف اس قدر توجہ دینا، اس پر اتنا سرمایہ صرف کرنا اور وسیع پیمانہ پر انتظامات کرنا بے ضرورت اور تجارتی وسیاسی دونوں لحاظ سے غیر منفعت بخش سودا سمجھتے ہیں۔ اس کے علاوہ بعض متنوع مضامین کو وہ اپنے دعوت ومقصد کے لئے انتشار وکمزوری سمجھتے ہیں اور صرف ایک رنگ وآہنگ اور ایک لہجہ پسند کرتے ہیں۔

وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس طرز کی صحافت کے لئے ان کو بہت سی ناجائز چیزوں کو قبول، بہت سی ناگوار چیزوں کو گوارا اور بہت سی غلط اور مضر چیزوں کو برداشت کرنا پڑے گا۔ اور وہ بنیادی مقصد ہی فوت ہوجائے گا، جس پر وہ سب سے زیادہ زور دیتے رہے ہیں، اور جس کے لئے یہ ساری جدوجہد کی جارہی ہے۔

لیکن یہ خیالات درحقیقت بہت سے غلط مفروضات پر مبنی ہیں اور موجودہ اسلامی صحافت کی محدودیت اور اس کی اشاعت وعمومیت کے فقدان میں دینی ذوق کی کمی اور تفریح پسندی اور لذت پرستی کی مقبولیت و رواج کے ساتھ غلط مفروضات کو بھی دخل ہے۔

درحقیقت ہم جتنا کرسکتے تھے یا جتنا ہمیں کرنا چاہئے، ہم نے اتنا بھی نہیں کیا ہے! اس پر اتنا اضافہ اور کرلیجئے کہ ہم بہت کچھ کرسکتے ہیں۔ اسلامی حدود کے اندر رہتے ہوئے بھی اور اپنی ساری خصوصیات و امتیازات کو باقی رکھتے ہوئے بھی ہم اپنی صحافت کو کئی گنا زیادہ مؤثر اور طاقتور بنا سکتے ہیں، اور یہ ہماری دعوت کے حساب پر نہیں بلکہ عین ہماری دعوت کے حق میں ہوگا۔

خالص علمی نقطہ نظر سے سوچئے تو صاف نظر آئے گا کہ عام معلومات اور علوم کو چھوڑ کر بھی جو نہ مشرقی ہیں نہ مغربی، تنہا اسلامی موضوعات پر کتنا اچھا مواد اور کتنا اچھا ذخیرہ یا مجموعہ قارئین کو فراہم کیا جاسکتا ہے۔ اور اس کو کن کن مؤثر طریقوں سے پیش کیا جاسکتا ہے۔ وہی پھول جو منتشر حالت میں اس قدر خوبصورت نہیں معلوم ہوتے یکجا ہوکر ایک حسین گلدستہ بن جاتے ہیں اور اس میں ہر صاحب ذوق کے لئے تسکین کا سامان ہوتا ہے، اگر ہم اس کا اہتمام کریں کہ ہماری صحافت میں اسلامیات کے ہر پہلو کے لئے ایک خاص حصہ ہو اور ”علم نافع“ کی جتنی قسمیں ہوسکتی ہیں ان سب کی طرف اس میں پوری توجہ دی گئی ہو اور حسن باطن کے ساتھ حسن ظاہر کا بھی خیال رکھا گیا ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ اس میدان میں ہم پیچھے رہ جائیں۔

لیکن اس کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہوگی۔

ایک اس ضرورت کا صحیح احساس اور اس کی طرف پوری توجہ۔

دوسرے اس کے لئے وسیع انتظامات اور فیاضی سے اس کے مصارف کی کفالت۔

جب تک صحافت کے ساتھ ہمارا رویہ یہ نہ ہوگا کہ وہ ہماری جدوجہد اور ہماری تحریک ودعوت کا ایک اہم ترین محاذ ہے اور اس کو زیادہ سے زیادہ مضبوط اور ہر لحاظ سے مکمل اور مسلح ہونا چاہئے اس وقت تک ہم اس کے لئے اس پیمانہ پر منصوبہ بندی نہیں کرسکیں گے، جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

❀❀❀❀❀

حکمتِ حج

حج کا سب سے اہم مقصد

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تجدید تعلق

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

حج کا ایک بڑا اور بنیادی مقصد یہ ہے کہ ملت حنفی کے امام اور مؤسس حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تجدید تعلق کیا جائے ان کی میراث کی حفاظت کی جائے ان کی زندگی اپنے سامنے رکھ کر زندگی کا موازنہ کیا جائے، مسلمانوں کی حالت کا جائزہ لیا جائے اور ان کی زندگی میں جو غلطیاں، فساد اور تحریف نظر آئے اس کو دور کیا جائے اور اس کے اصل سرچشمہ کی طرف رجوع کیا جائے اس لئے کہ حج ایک قسم کا سالانہ اجتماع ہے جس کے ذریعہ مسلمان اپنے اعمال اور اپنی زندگی کا احتساب و تجزیہ کر سکتے ہیں اور ان قوتوں اور سوسائٹیوں کے اثرات سے چھٹکارا پا سکتے ہیں جن کے بیچ میں وہ رہتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں :-

(حج کے مقاصد میں) اس میراث کی حفاظت بھی ہے جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے ہمارے لئے چھوڑی ہے اس لئے کہ یہ دونوں ملت حنفی کے امام اور اس کے مؤسس اور بانی کہے جا سکتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت بھی اسی لئے ہوئی تھی کہ ملت حنفی آپ کے ذریعہ دنیا میں غالب آئے اور اس کا پرچم بلند ہو۔"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "ملة أبيكم إبراهيم" (ملت ہے تمہارے باپ ابراہیم کی) اس لئے یہ ضروری ہے کہ اس ملت کے امام سے جو چیزیں ہم کو ورثہ میں ملی ہیں مثلاً خصائل فطرت اور مناسک حج اس کی ہم حفاظت کریں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-

قفوا على مشاعركم فإنكم على ارث من ارث أبيكم۔ اپنے مشاعر (مقامات حج) پر ٹھہرو اس لئے کہ تم اپنے باپ کی ایک وارثت کے وارث ہو۔

حج کی سب سے نمایاں اور دلکش تصویر اور وہ روح جو اس کے تمام اعمال و مناسک میں جاری و ساری نظر آتی ہے وہ عشق و شوریدگی، مر مٹنے اور قربان ہو جانے کا جذبہ ہے، اس میں جسم و عقل کی لگام دل اور جذبات کے حوالہ کردی جاتی ہے اور عشاق و محبین اور ان کے امام و پیشوا ابراہیم خلیل اللہ کی ہر ہر ادا کی نقل کی جاتی ہے

حضرت ابراہیمؑ کے قصہ کی حج میں تمثیل

حج کی سب سے نمایاں اور دلکش تصویر اور وہ روح جو اس کے تمام اعمال و مناسک میں جاری و ساری نظر آتی ہے وہ عشق و شوریدگی، مر مٹنے اور قربان ہو جانے کا جذبہ ہے، اس میں جسم و عقل کی لگام دل اور جذبات کے حوالہ کردی جاتی ہے اور عشاق و محبین اور ان کے امام و پیشوا ابراہیم خلیل اللہ کی ہر ہر ادا کی نقل کی جاتی ہے کبھی بیت اللہ کے طواف کا شوق ہوتا ہے، کبھی حجر اسود کا بوسہ، کبھی صفا و مروہ میں ماں کی مامتا، جوش، اضطراب کی اس طرح نقل کی جاتی ہے، جہاں وہ دوڑی تھیں، اس جگہ دوڑا جاتا ہے اور جہاں وقار و متانت کے ساتھ چلی تھیں وہاں اسی طرح چلا جاتا ہے پھر یوم الترویہ میں منیٰ روانگی کا حکم ہے۔ اسکے بعد عرفات کے میدان اور پہاڑی کے دامن میں ٹھہرنا اور دل کھول کر اور رو رو کر دعا و مناجات کی ہدایت ہے رات مزدلفہ میں گزاری جاتی ہے اس کے بعد منیٰ واپسی ہوتی ہے اور یہ سب حضرت ابراہیمؑ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید و پیروی میں کیا جاتا ہے۔

لیکن اس عشق و محبت اور تقلید و نقل کی سب سے واضح تصویر رمی جمرات ہے جو صرف ایک ایسے فعل کی تقلید ہے جو حضرت ابراہیمؑ سے صادر ہوا تھا، عشاق و محبین کی تقلید ایک متعدی طاقت ہے اس کی نقل کرنے والے میں بھی وہی جذبات محبت منتقل ہو جاتے ہیں اور گویا بجلی کے سوئچ یا پاور ہاؤس سے اس کا تعلق ہو جاتا ہے جس سے تمام تاروں میں بجلی دوڑ جاتی ہے اور پورے شہر کو جگمگا دیتی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و عنایت کو متوجہ کرنے کا بہترین اور بہت موثر ذریعہ ہے جس نے اس محبت کا مزہ چکھا ہے اس کے لئے اس منظر سے زیادہ پر کیف اور دلفریب منظر کوئی نہیں ہو سکتا جب وفا شعار اور جاں نثار عشاق و محبین اس کہانی کو دہراتے اور ان واقعات کی نقل کے لئے اس سرزمین میں جمع ہوتے ہیں جو اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ وہی تمام چیزوں کو عدم سے وجود میں لاتا ہے، وہی اسباب پیدا کرتا ہے اور وہی ان کا مالک ہے وہ جب چاہتا ہے اسباب کو مسببات سے جدا کرتا ہے اور اشیاء سے ان کے خواص کو سلب بھی کر لیتا ہے اور ان سے وہ چیزیں ظاہر کرتا ہے اور جس کام پر چاہتا ہے لگا دیتا

ہے لوگوں نے حضرت ابراہیمؑ کے لئے آگ کی بھٹی تیار کی اور کہا کہ :-

حرقوه وانصروا آلهتكم إن كنتم فاعلين۔ انہیں تو جلا دو اور اپنے ٹھاکروں کا بدلہ لے لو اگر تمہیں (کچھ) کرنا ہے۔

لیکن حضرت ابراہیمؑ جانتے تھے کہ آگ اللہ تعالیٰ کے ارادے کے تابع ہے جلانا اس کی مستقل بالذات صفت نہیں ہے جو کبھی اس سے جدا نہیں ہو سکتی ایک اضافی صفت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس میں امانت کے طور پر رکھی ہے اس کی لگام اسی کے ہاتھ میں ہے جب چاہے ڈھیل دے دے جب چاہے کھینچ لے اور اسی آگ کو دیکھتے دیکھتے گلستان اور چمنستان بنا دے اس ایمان ویقین کے ساتھ وہ اس میں اطمینان کے ساتھ داخل ہو گئے اور وہی ہوا جو انہوں نے سوچا تھا۔

قلنا يانار كوني برداً و سلما على ابراهيم ، وارادوا به كيدا فجعلنا هم الخاسرين۔ ہم نے حکم دیا اے آگ تو ٹھنڈی اور بے گزند ہو جا ابراہیم کے حق میں اور (لوگوں نے) ان کے ساتھ برائی کرنا چاہی تھی سو ہم نے انہیں (لوگوں) کو ناکام کر دیا۔

لوگوں کا عام عقیدہ اور تجربہ یہ تھا کہ زندگی وافر پانی، زرخیز مٹی، کھیت و باغات پر قائم ہے چنانچہ وہ اپنے بتوں اور خاندانوں کے لئے ان شہروں اور ملکوں کی تلاش میں رہتے تھے جو وطن بنانے کے لائق ہوں اور وہاں کی زمین بہت زرخیز اور سرسبزی و شادابی خوب ہو، پانی وافر مقدار میں ملے تجارت اور صنعتی کاروبار کے لئے سہولتیں حاصل ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ نے اس عقیدے و تجربہ اور دستور و رواج کے خلاف بغاوت کی اور خود عمل کر کے دکھایا، انہوں نے اپنے مختصر خاندان کے لئے جو ماں بیٹے پر مشتمل تھا ایک ایسی وادی غیر ذی زرع (بے آب و گیاہ وادی) کا انتخاب کیا جس میں نہ زراعت کی صلاحیت تھی نہ تجارت کا موقع وہ دنیا سے منقطع تجارتی مراکز اور شاہراہوں اور دولت اور خوشحالی کے علاقوں سے بہت دور واقع تھی یہاں پہونچ کر انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ان کے رزق میں کشائش پیدا فرمائے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور ہر طرح کے پھل بغیر اسباب اور عام راستوں کے وہاں پہونچتے رہیں انہوں نے یہ دعا کی۔

ربنا انى أسكنت من ذريتى بواد غير ذى زرع عند بيتك المحرم

وہ اپنے گھر والوں کو ایک ایسی ویران وغیر آباد جگہ چھوڑ دیتے ہیں جہاں آدمی کا سایہ بھی نظر نہیں آتا لیکن دیکھتے دیکھتے وہ جگہ ایسی معمور و آباد ہو جاتی ہے کہ دنیا کے ہر علاقہ کے لوگ وہاں دیکھے جا سکتے ہیں حضرت ابراہیمؑ کی زندگی ۔۔۔۔ ان کے عہد اور ان کے سوسائٹی کی حد سے بڑی ہوئی مادیت اور اسباب کی پرستش کے خلاف ایک چیلنج تھی۔

ربنا ليقيموا الصلوة فاجعل أفئدة من الناس تهوى إليهم وارزقهم من الثمرات لعلهم يشكرون۔

"اے ہمارے پروردگار میں نے اپنی کچھ اولاد کو بے زراعت میدان میں آباد کر دیا ہے تیرے معظم گھر کے قریب (یہ اس لئے) اے ہمارے پروردگار کہ وہ لوگ نماز کا اہتمام رکھیں سو تو کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں کھانے کو پھل دے جس سے یہ شکر گزار رہیں" اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ایسی قبول فرمائی کہ رزق اور امن دونوں چیزوں کی ضمانت کر دی اور ان کے شہر کو ہر قسم کے پھلوں اور اپنی مختلف نعمتوں کا مرکز بنا دیا۔

أولم نمكن لهم حرماً آمنا يجبىٰ إليه ثمرات كل شىء رزقا من لدنا ولكن أكثرهم لايعلمون.

کیا ہم نے ان کو امن امان والے حرم میں جگہ نہیں دی جہاں ہر قسم کے پھل کھنچے چلے آتے ہیں ہمارے پاس سے بطور کھانے کے لئے لیکن ان میں سے اکثر لوگ اتنی بات بھی نہیں جانتے۔

فليعبد وارب هذا البيت الذى أطعمهم من جوع وآمنهم من خوف۔ چاہئے تھا کہ اس (خانہ کعبہ) کے مالک کی عبادت کریں جس نے ان کو بھوک میں کھانے کو دیا اور انہیں خوف سے امن دیا۔

انہوں نے اپنے گھر والوں کو ایک ایسی زمین میں لا کر چھوڑ دیا جہاں حلق تر کرنے کے لئے پانی بھی نہ تھا لیکن ایسی ریگستانی اور پتھریلی زمین سے اللہ تعالیٰ نے ایک چشمہ جاری فرمایا، ریت سے پانی خود بخود ابلنے لگا اور بغیر کسی توقف کے آج تک اسی طرح جاری ہے، لوگ جی بھر کر اس کو پیتے ہیں اور بھر کر اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔

وہ اپنے گھر والوں کو ایک ایسی ویران وغیر آباد جگہ چھوڑ دیتے ہیں جہاں آدمی کا سایہ بھی نظر نہیں آتا لیکن دیکھتے دیکھتے وہ جگہ ایسی معمور و آباد ہو جاتی ہے کہ دنیا کے ہر علاقہ کے لوگ وہاں دیکھے جا سکتے ہیں حضرت ابراہیمؑ کی زندگی ۔۔۔ ان کے عہد اور ان کے سوسائٹی کی حد سے بڑی ہوئی مادیت اور اسباب کی پرستش کے خلاف ایک چیلنج تھی۔

مطالعۂ قرآن

سورۂ فاتحہ۔ جامع ترین دعا

حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی

قرآنی دعاؤں میں سب سے جامع دعا سورۂ فاتحہ ہے جس کی ان گنت لوگوں نے ان گنت انداز میں تشریح وتفسیر کی ہے یہ حمد وثنا خالق کائنات کی صفات ربوبیت، رحمتِ عام، رحمتِ خاص، یوم حشر ونشر کی اہمیت کا اقرار بطور تمہید دعا کے ساتھ مذکور ہے کہ جس سے مانگ رہے ہیں، اس کی عظمت اور عطا وبخشش پر قدرت کا یقین ہو، اس سے محبت بڑھانے اور قرب پیدا کرنے کی امنگ کا جذبہ بیدار ہو، اس کے عدل اور عدل کے نتیجے میں جزا کی امید کے ساتھ سزا کا خوف بھی پیدا ہو۔ اس تمہید کے بعد تعلیم دی گئی کہ عبدیت کاملہ اور مکمل سپردگی کا اقرار بھی دعا کا لازمہ ہے، اور نفع پہونچانے یا کسی سے سلب نعمت کی قدرت جس ذات میں ہے اس کا اظہار بھی ضروری ہے اس لیے ہم مانگتے اس سے ہیں جو دینے پر قادر ہے اور صرف وہی قادر ہے کوئی دوسرا قدرت نہیں رکھتا کیونکہ جب ایک در کے علاوہ سائل کے سامنے دوسرے در بھی کھلے ہوں اور یہ تصور ہو کہ کہیں اس نے نہیں دیا تو دوسرا دے گا اور اگر اس نے نہیں بخشا تو فلاں سے بخشوالیں گے، اگر یہ تصور ہو (خدانخواستہ) تو پھر مانگنے والے کے نزدیک دینے والے کی کوئی اہمیت نہیں رہ جاتی دینے والے کو بھی اس سائل کی پروانہیں ہوتی، اگر ایسا ہوتا کہ ایک در کے علاوہ دوسرے دروازے سے بھی طلب براری کر سکتے تو جس سے مانگا جارہا ہے اس کی حیثیت ایک دکاندار کی ہوتی۔ گاہک کو اگر مال ایک دکان سے نہیں ملا تو دوسری دکان سے خرید لے گا۔ لہٰذا اس بات کا اقرار بھکاری کی زبان سے کرانا ضروری تھا کہ اس در کے علاوہ کوئی دوسرا در نہیں ہے سر اسی چوکھٹ پر جھکایا جائے گا، دوسری چوکھٹ ہرگز نہیں ہے۔ "ایاك نعبد وایاك نستعين" کا اقرار کلید دعا ہے، امام ابن قیمؒ نے صرف اس آیت کی تفسیر میں تین ضخیم جلدیں لکھی ہیں (مدارج السالكين فى منازل اياك نعبد واياك نستعين) اس تمہید واقرار عبودیت اور بلا شرکت غیرے استعانت باللہ کے بعد دعا کے صیغے میں ایک ہی دعا ہے سیدھا راستہ ہمیں دکھادے، یا سیدھے راستے پر ہمیں چلا دے، آگے کی دو آیتوں میں اسی سیدھے راستے کی تشریح ہے، ایک مثبت جملہ میں ایک منفی جملہ میں، سیدھا راستہ جس پر چلنے والوں کو تو نے نعمتوں سے نوازا ہے، اور وہ راستہ ایسا نہ ہو جس پر چلنے والے راہ بھول کر دوسری پگڈنڈیوں پر نکل جاتے ہیں۔ اور جو راستے ان لوگوں کے ہیں جو غضب الٰہی کا شکار ہیں، اور بھٹکے ہوئے لوگ ہیں۔

قرآن کی تفسیر خود قرآن ہی کی دوسری آیات سے ہوجاتی ہے "انعمت عليهم" جن لوگوں پر تو نے انعام فرمایا، یا جن لوگوں کو تو نے اپنی نعمتوں سے نوازا یہ کون لوگ ہیں سورۂ مریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام، حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر خیر ہے اور ہر ایک کی خصوصیت بیان کی گئی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام عقیدۂ توحید پر کس درجہ سختی کے ساتھ جمے رہے کہ اپنے والد بزرگوار سے منت وسماجت، ادب واحترام کے لہجے میں بت پرستی ترک کرکے دامن توحید سے وابستہ ہوجانے کی درخواست کرتے ہیں باپ گھر سے نکال دیتے ہیں، سر جھکا کر ان کا حکم مانتے ہیں کہ گھر سے نکل جائیں گے مگر عقیدہ پر ذرا بھی آنچ نہیں آنے دیں گے، حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے منتخب کردہ بندے، حضرت اسماعیل علیہ السلام صادق القول اور وفادار تھے، حضرت ادریس علیہ السلام کا مقام عنداللہ بلند تھا۔ "أولئك الذين انعم الله عليهم" یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا انعام فرمایا۔

اگر کوئی پوچھے "صراط الذين انعمت عليهم" راستہ ان لوگوں کا جن پر تو نے انعام فرمایا وہ کون لوگ ہیں تو جواب مل گیا، یہ اولوالعزم پیغمبروں کا راستہ ہے، توحید میں پختہ اور عقیدہ کی راہ میں جو سخت سے سخت مراحل آئیں ان کو برداشت کرنے والے اور یہ سچے لوگ جو اپنے ساتھ اپنے اہل وعیال کو بھی جہنم کی آگ سے دور رکھنے کی فکر کرتے ہیں، وہ لوگ جن کے اعمال حسنہ ایسے تھے، جن کے سبب ان کو مقام بلند عطا ہوا۔

خلاصہ یہ کہ سورۂ فاتحہ ایسی دعا ہے جس کے اندر دین ودنیا کی تمام نعمتوں کی طلب موجود ہے سیدھا راستہ عقیدہ وعمل کی تمام شاہراہوں کی طرف لے جاتا ہے، عبادات سے لے کر معاملات، کاروبار، آپس کے تعلقات، اہل وعیال کے ساتھ سلوک، جو بھی دنیا میں کسی کو مطلوب ہے وہ ٹیڑھے راستہ سے نہیں، سیدھے راستہ سے ملے گا، ٹیڑھا راستہ منزل سے دور کردے گا اور اس طرح بھٹکا دے گا کہ کبھی منزل مقصود نہیں حاصل ہوسکے گی۔

یہ دعا جامع ہے، عام ہے اور ہر انسان کی احتیاج کے لیے کافی ہے۔

❀❀❀❀❀

مطالعۂ حدیث

ہر جاندار کے ساتھ حسن سلوک کرنے میں ثواب ہے

مولانا سید بلال حسنی ندوی

عن ابن مسعود رضى الله تعالى عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: الخلق كلهم عيال الله فأحبهم إلى الله أنفعهم لعياله.

(رواه الطبرانى بمسند صحيح)

(کل مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ کے نزدیک ان میں سب سے زیادہ پسندیدہ وہ ہے جو اس کے کنبہ کے لئے سب سے زیادہ فائدہ پہونچانے والا ہو،) بقاء انفع کے قانون کو اسلام میں بڑی اہمیت حاصل ہے، جو دوسروں کے لئے جتنا زیادہ نافع بن کر رہے گا اس کو بقاء دوام اور ذکر جمیل حاصل ہوگا، عقائد وفرائض کے بعد اگر دیکھا جائے تو اعمال میں یہی چیز سب سے نمایاں نظر آتی ہے، اور پھر مطالبہ یہ بھی ہے کہ نافعیت کا دائرہ محدود نہ رہے، اور اس کو خانوں میں تقسیم نہ کر لیا جائے، ایک مسلمان کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ نہ صرف مسلمان کے لئے بلکہ ایک عام انسان کے لئے بھی اور اس سے بڑھ کر ہر جاندار کے لئے نافع بن کر جیئے اور اس میں ذرا بھی تنگ نظری سے کام نہ لے۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابی چڑیا کے بچوں کو اپنی چادر میں سمیٹ کر لائے، اور عرض کیا کہ جب میں نے بچوں کو پکڑا تو اس کی ماں بھی آگئی میں نے اس کو پکڑ لیا، آپؐ نے فرمایا کہ ان کو چھوڑ دو اور پھر فرمایا کہ جتنی اس کو اپنے بچوں سے محبت ہے اللہ کو اس سے زیادہ اپنی مخلوق سے پیار ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک بدکار عورت نے پیاسے کتے کو پانی پلا دیا تو اس کی مغفرت ہوگئی اور ایک عورت نے ایک بلی کو بھوکا ماردیا تو عذاب میں گرفتار کی گئی۔

ایک مرتبہ ایک صحابی نے عرض کیا کہ کیا جانوروں کے ساتھ حسن سلوک میں اجر ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر جاندار کے ساتھ سلوک کرنے میں ثواب ہے۔

جس مذہب میں سلوک ونافعیت کا دائرہ اس قدر وسیع ہو اس میں ایک انسان کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور اس کو نفع پہونچانے کی تعلیم کیسے نہ دیجائے گی۔

یہ خیر امت ہے اور اسکو دوسری امتوں اور قوموں کے لئے زندگی کا پیغام دینے والی امت بتایا گیا ہے اس کے جیب ودامن میں وہ متاع گرانمایہ ہے جس سے دوسری امتوں کے دامن خالی ہیں، اس کو کچھ دینے کے لئے پیدا کیا گیا ہے، آج قومیں پیاسی ہیں، ملک ملک ترس رہے ہیں، نظام زندگی کا سرا ہاتھ سے چھوٹ گیا ہے۔

امت اسلامیہ کی ذمہ داری ایسے حالات میں بہت بڑھ جاتی ہے کہ وہ زندگی گذارنے کا سلیقہ بتائے اور وہ نظام حیات اقوام عالم کے سامنے پیش کرے جو اس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا ہے۔

آج بھائی بھائی کا گلا کاٹ رہا ہے ایک قوم کے افراد اپنی قوم کو تہ تیغ کر رہے ہیں، عالمی جنگیں (World War) کس نے لڑیں ایک ہی قوم کے لوگوں نے اپنے بھائیوں کو قتل کیا اگر قومیت اور رنگ ونسل تحفظ کا ذریعہ ہوتیں، تو یہ جنگیں نہ لڑی جاتیں، اصل تحفظ انسانیت سے ہے، اس کو بیدار کرنے کی ضرورت ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ انسانیت سوئی ہوئی ہے، اس کو جگانا مسلمانوں کا فریضہ ہے، مگر افسوس ہے کہ مسلمان اس سے غافل ہوگئے، اور دوسری قوموں کے لئے جو متاع ان کے پاس تھی اس کو انہوں نے چھپا کر رکھا اور بخل سے کام لیا اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس امت کو جو داعیٔ انسانیت تھی آج اسے قاتل انسانیت کا لقب دیا جارہا ہے، اور نہ معلوم کیسے کیسے خطابات سے نوازا جارہا ہے اور کیسے کیسے الزامات لگائے جارہے ہیں اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ ہم اپنی نافعیت ثابت نہ کر سکے اور ہم نے اس کے دائرہ کو محدود سے محدود تر کرلیا، کاش کہ ہم اس حقیقت کو سمجھ لیں، اور زبان نبوت سے نکلے ہوئے ان الفاظ کو اس کی روح کے ساتھ اپنے دل میں جگہ دیں، تو ہم اپنے خالق کے بھی محبوب بن جائیں گے اور مخلوق کے دلوں میں بھی ہماری محبت پیدا ہوگی۔ ●

رحمت عالم صلِّ علیٰ

نام محمد صلِّ علیٰ — نورِ محمد صلِّ علیٰ
حدِّ محمد صلِّ علیٰ — قدِ محمد صلِّ علیٰ
رحمتِ عالم صلِّ علیٰ — فخرِ آدم صلِّ علیٰ
مرسلِ اکرم صلِّ علیٰ — اِسْمُكَ احمد صلِّ علیٰ
چہرۂ انور شمس ضحیٰ — زلفِ معنبر صلِّ علیٰ
قلبِ مطہر عین ہدیٰ — ذکرِ محمد صلِّ علیٰ
شاہدِ عالم شاہِ امم — ہادیٔ اعظم شمع حرم
صاحب لطف وجود وکرم — حق سے مؤید صلِّ علیٰ

(علامہ سید سلیمان ندویؒ)

روبرو

جذباتی مسائل کو بھی سنجیدہ حکمتِ عملی کے ساتھ حل کرنا چاہئے

صدر مسلم پرسنل لاء بورڈ سے ایک گفتگو

امین الدین شجاع الدین

اسال دسمبر ۲۰۰۲ء کو بابری مسجد کی شہادت کے سانحہ کے واقعہ کو دس برس مکمل ہوگئے ـــــ لیکن صورتِ حال یہ ہے کہ ایک طرف مقدمہ عدالت میں زیر سماعت ہے اور طول پکڑتا جارہا ہے تو دوسری طرف فریقِ مخالف اس مسئلہ کو اپنے سیاسی مقاصد کے لئے وقتاً فوقتاً استعمال کررہا ہے ـــــ یہ وہ مرحلہ ہے کہ جہاں ہمیں اس مسئلہ کا نیز اس سے پیدا شدہ صورتِ حال کا نہایت سنجیدگی سے جائزہ لینا چاہئے ـــــ زندہ اور اقبال مند قومیں خود احتسابی کے عمل سے کبھی گریز نہیں کرتیں، چنانچہ ہمیں اس مسئلہ پر اس لحاظ سے بھی غور کرنا چاہئے کہ مسئلہ کے پیچیدہ سے پیچیدہ تر بن جانے کی وجوہات کیا ہوئیں اور وہ کون سی کوتاہیاں تھیں جن کی وجہ سے فریقِ مخالف کو اپنے مقاصد کی برآوری میں مدد ملی ـــــ یہ ایک نازک حساس اور اہم موضوع ہے ـــــ ہم نے مناسب جانا کہ اس موضوع پر صدر مسلم پرسنل لاء بورڈ کے خیالات سے رہنمائی حاصل کی جائے۔ ہم مشکور ہیں صدر محترم کے کہ آں موصوف نے ہماری درخواست قبول فرمائی۔ صدر محترم نے مذکورہ مسئلہ کے سلسلہ میں جن آراء کا اظہار فرمایا ہے، اس کے مطالعہ سے حقیقت پسند قاری محسوس کریں گے کہ اس میں پیش کردہ اصول محض کسی ایک مسئلہ کے لئے نہیں، بلکہ مسائل کے حل کے لئے ایک رہنما اصول ہے۔

امید ہے کہ اس حساس موضوع پر لیا گیا انٹرویو شوق و توجہ سے پڑھا جائے گا۔

سوال: حسب سابق، بابری مسجد کی شہادت کی دسویں برسی کے موقع پر مسلمانوں نے یوم دعا اور یوم غم، جب کہ سیکولر پارٹیوں نے یوم شرم اور فسطائی جماعتوں نے یوم فتح اور یوم شجاعت منایا۔ ۶ر دسمبر کے ان مختلف ناموں سے منائے جانے پر آنجناب کا تاثر کیا ہے؟

جواب: برسی یا کسی خاص دن کو کسی واقعہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے اسے مختلف ناموں سے منانا عام طور پر سیاسی مزاج و مقصد کے تحت ہوتا ہے اور اسکو اپنی جماعت یا ملت کے لئے اظہارِ قوت یا حصولِ شہرت کا ذریعہ بنایا جاتا ہے یا اس سے کسی قابلِ رد قومی رویہ کے خلاف احتجاج کرنا ہوتا ہے۔ یہ بامقصد اور تعمیری طریقہ سے ہو تو بہت اچھی بات ہے اور اچھے نتائج کا حامل بھی ہوسکتا ہے۔ ضرورت ہے کہ باوقار ملت کی طرف سے اس کے لئے باوقار طریقے اور وسائل اختیار کئے جائیں اور اس کا لحاظ رکھا جائے کہ ایسے اقدامات، ایسے طریقۂ کار اور ایسی چیزیں نہ ہوں جو مقصدیت اور حکمت کے منافی ہوں۔

مسلمانوں کیلئے تو اولین اصول یہ ہے کہ ہر مسئلہ میں ان کی نگاہ اس نکتہ پر مرکوز رہے کہ اللہ رب العزت کی خوشنودی کس بات میں ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے معاملوں میں کیا طریقہ رہا ہے۔ مسلمانوں کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کامل طور پر مشعلِ راہ ہے، اس حیاتِ طیبہ سے ہمیں ہر گام پر رہنمائی اور روشنی مل سکتی ہے بشرطیکہ ہم غور و فکر کریں۔ سیرتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں مشکل سے مشکل مواقع ملتے ہیں جن میں آپؐ کا طریقہ یہ تھا کہ حالات و معاملات کا مدبرانہ طریقہ سے جائزہ لے کر، ممکنہ ذرائع اپناتے تھے اور عملی لحاظ سے جو بھی کرنا ضروری ہوتا تھا وہ کرتے تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ بھروسہ صرف اللہ کی مدد پر کرتے تھے اور اللہ سے پوری لجاجت کے ساتھ مدد مانگتے تھے، گڑگڑا کر دعا کرتے تھے، آپؐ نے موقع و محل کے اعتبار سے جو ضروری ذرائع تھے وہ اپنائے، ممکنہ وسائل اختیار کئے مگر آپ کا اعتماد و توکل اللہ پر رہا، اور نگاہ اللہ پر رہی۔ ہم مسلمانوں کو چاہئے کہ ہم اس بنیادی نکتہ سے صرف نظر نہ کریں اور پیش آنے والے ہر مسئلہ میں اس بات کا لحاظ رکھیں کہ اس مسئلہ میں حیاتِ طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، اسوۂ رسول اکرمؐ سے ہمیں کیا روشنی مل رہی ہے اور سیرت صحابہ کرامؓ سے کیا روشنی مل رہی ہے، اور کیا ہماری زندگی اور ہمارے اعمال ایسے ہیں کہ اللہ ہم سے خوش ہوگا اور ہماری مدد کرے گا، اللہ کی مدد حاصل کرنے کے لئے ہم کو اپنی زندگی کو اس کے حکم کے مطابق اور ایسا بنانا ہے کہ وہ ہماری دعا قبول کرے۔

جہاں تک بابری مسجد کا سوال ہے تو مسلمانوں نے بھی اس مسئلہ میں احتجاج و اظہار کے ساتھ دیگر سیاسی تدابیر بھی اختیار کیں۔ لیکن بعض بعض موقعوں پر جذبات کے اظہار میں مدبرانہ طریقے سے دور چلے گئے اور اس کی بنا پر گتھی مزید الجھی۔ ایسے اختلافی بلکہ کشمکش کے موقعوں کے لئے یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ بعض وقت پر جوش اظہار کے نتیجہ میں مخالف طبقہ میں بھی اس کے بالمقابل جوش پیدا ہوجاتا ہے جو مسئلہ کے حل کو مزید دشوار بنادیتا ہے اور بعض وقت اس سے نقصان دہ محاذ آرائی کے حالات پیدا ہوجاتے ہیں بدقسمتی کی بات ہے کہ بابری مسجد کے مسئلہ کے حل کی کوششوں میں اس قسم کی بعض صورتیں پیدا ہوئیں فریق مخالف میں جوش پیدا ہوا اس کے اثرات ہمارے جوش کے اثرات سے زیادہ پڑے اور اس سے ہماری مشکلات بڑھیں۔

اب جبکہ مسئلہ عدالت میں زیر سماعت ہے تو اس صورت میں ہمیں اپنے جذبات و احساسات کے اظہار کے لئے بے احتیاطی کے سیاسی انداز کو اختیار کرنے سے بچنا چاہئے۔ دعا اللہ سے مانگنے کی چیز ہے، اور اس کو جتنا دل لگا کر اور سری طریقہ سے کیا جائے اس میں تاثیر اور قبولیت کی امید زیادہ ہوتی ہے علانیہ طور پر اور سیاسی طریقہ سے کرنے میں تاثیر کی توقع کم ہوتی ہے اور دعا کے ساتھ ساتھ اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے احکام کا پابند بنانا بھی ضروری ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے کرم کی امید زیادہ ہو۔ کیونکہ معصیتوں کی حالت میں اللہ کی رحمت نہیں آتی۔

اس مرحلہ پر جبکہ بابری مسجد کی شہادت کو دس برس بیت چکے ہیں، ہمیں اب تک کے اپنے طریقۂ کار، طرزِ عمل، اور حکمتِ عملی کا جائزہ بھی لینا چاہئے کہ آیا اس میں ترمیم کی ضرورت ہے یا نہیں اور اب کس انداز میں ہم کو اس مسئلہ کے حل کے لئے کوشش کرنا ہے بہرحال اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ ہماری فکر و توجہ صرف اظہار و جوش تک محدود نہ رہے بلکہ حالات میں تغیر کے ساتھ اور وقت کے بدلنے پر جیسی حکمتِ عملی کا تقاضہ ہو ویسی حکمتِ عملی اختیار کی جائے۔ دوسری طرف اس کے نتیجہ میں فریق مخالف میں ایسا جوش و جذبہ پیدا نہ ہوجائے جو معاملہ پر گہرا اثر مرتب کردے صورتِ حال اور امکانات کو سامنے رکھ کر حکمتِ عملی اختیار کرنے پر غور کرنا چاہئے اور خاموش کوششوں کو بھی اپنے پروگرام میں رکھنا چاہئے۔

سوال: مسلم پرسنل لاء بورڈ کی نگرانی میں بابری مسجد کمیٹی کام کررہی ہے کیا آپ بتانا پسند فرمائیں گے کہ اس کمیٹی نے مسئلہ کے حل کے سلسلہ میں اب تک کیا پیش رفت کی؟

جواب: بابری مسجد کی شہادت کے بعد مسلمانوں نے اپنی ناگواری کے اظہار کی میدانی کوششیں کیں بابری مسجد کے قضیہ سے متعلق جو کمیٹیاں کام کررہی تھیں، مسجد کی شہادت کے بعد انہیں پریشانیاں لاحق ہوئیں، چونکہ یہ مسئلہ امت کا مسئلہ ہے اس لئے بورڈ کو جو کہ مسلمانوں کا مشترکہ پلیٹ فارم ہے لوگوں نے متوجہ کیا کہ اس مسئلہ کو بورڈ کی توجہ اور سرپرستی حاصل رہے بورڈ نے ایک کمیٹی تشکیل کردی، اس کمیٹی نے اپنے ممبران کے مشورے سے کچھ کام کئے بورڈ کو بہرحال بابری مسجد کے مسئلہ سے اپنے مخصوص دائرہ میں دلچسپی اور ہمدردی ہے اور بورڈ کمیٹی کے مثبت اور تعمیری کام میں تعاون کرتا ہے۔

سوال: بابری مسجد کے سلسلہ میں بورڈ کے موقف سے برادران وطن کو واقف کرانے اور ان میں موجود صاف ذہن افراد کی تائید و حمایت اور ملکی رائے عامہ کی ہمواری کے لئے کون سی کوششیں کی گئیں؟

جواب: واقعہ یہ ہے کہ اس میں ہم سب سے کوتاہی ہوئی کاش کہ ایسا ہو پاتا کہ مسئلہ کے اٹھتے ہی ایک طرف تو عدالتی سطح پر اور ٹھنڈے انداز سے اسے حل کرلینے کی کوشش کی جاتی نیز دوسری طرف برادران وطن کو بھی ساتھ لے کر خصوصاً ان میں موجود صاف ذہن رکھنے والے افراد کو ساتھ لے کر اس مسئلہ کے حل کی کوشش ہوتی۔ یہ حُسن تدبیر کی بات ہوتی کہ جس مسئلہ کے حل کی کوششوں میں ہمارے لئے برادران وطن کو ساتھ لے کر چلنا ممکن ہوسکے، ہم ان کو ساتھ لے کر چلیں۔ بعض مسائل کی نوعیت کچھ ایسی ہوتی ہے کہ اگر محض ایک فرقہ کی بنیاد پر انہیں حل کرنے کی کوشش کی جائے تو پیچیدگیاں بڑھ جاتی ہیں اس لئے ایسی صورت میں اپنے موقف کے حق میں برادران وطن کی تائید و حمایت حاصل کرنے اور انہیں اپنا ہم نوا بنانے کی کوشش ہونی چاہئے اس کے برخلاف ہر مسئلہ میں احتجاج کی پالیسی اپنانے کے نتیجہ میں صورتِ حال ابتر ہوجاتی ہے نیز دونوں فریقوں میں جنگ و جدال کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے۔ بابری مسجد کے مسئلہ کے حل کے لئے کی جانے والی کوششوں اور اقدامات کو بھی اس صورتِ حال سے بچانے کی ضرورت تھی تاکہ مسئلہ مزید پیچیدہ نہ ہو لیکن افسوس کہ کچھ زیادہ گرماگرمی کا ماحول بنا اور اقلیت کی گرماگرمی اور اکثریت کی گرماگرمی ایک دوسرے کے مقابلے میں آگئی جس کی وجہ سے کامیابی میں پیچیدگی بڑھ گئی۔ بہرحال اب جب کہ مسلمانوں نے کورٹ کے فیصلے کو ماننے کے ارادہ کا اعلان کردیا ہے اور کورٹ میں مقدمہ جن شہادتوں کے ساتھ چل رہا ہے اس سے ایک امید قائم ہوتی ہے کہ ان شاء اللہ فیصلہ ہم مسلمانوں کے حق میں ہوگا۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ اس مسئلہ کے حل کے لئے چیلنج کے انداز اور گرم سیاسی طریقوں کو اپنانے سے گریز کریں اور قانونی وسنجیدہ انداز میں اس مسئلہ کے حل کی کوششوں کو جاری رکھیں۔

سوال : جناب والا کے نزدیک رام جنم بھومی تحریک کے پسِ پشت اصل مقاصد کیا تھے؟ اور ان مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے مسلمانوں کی حکمت عملی کیا ہونی چاہئے؟ اس قضیہ کے حل کے لئے فریقین کو کیا کرنا چاہئے؟

جواب : یہ بات صاف ہے کہ رام جنم بھومی تحریک کے پس پشت مقاصد کی نوعیت مذہبی نہیں، بلکہ سیاسی ہے۔ اس سے وابستہ ذمہ دار افراد بھی مذہبی انداز وخصوصیات کے نہیں ہیں، بلکہ سیاسی نوعیت کے لوگ ہیں ان کا عمومی طریقہ کار عوام میں منفی تاثر اور رد عمل کا جذبہ پیدا کرکے الیکشن میں اکثریتی فرقہ کے زیادہ ووٹوں کا حاصل کرنا محسوس ہوتا ہے، مسلمانوں کی طرف سے اگر اسی طرح کا جوش اختیار کیا جائے گا تو مخالف عنصر کو اسی طریقہ کو جواباً اختیار کرکے اپنی حکمت عملی کو کامیاب بنانے میں مدد ملے گی۔ اب جب کہ بابری مسجد کی شہادت کو ۱۰ ربرس کا عرصہ ہوگیا ہے تو اس مدت میں یہ مسئلہ "عوامی" بن گیا ہے اور گویا ایک ایک فرد اس سے وابستہ ہوگیا ہے، اس صورت میں پیچیدگی بڑھ گئی ہے اور صورتحال کچھ ایسی ہوگئی ہے کہ شاید کسی ایک فریق کا حل دوسرے فریق کے لئے قابل قبول نہیں ہوسکتا۔ مسئلہ کے عوامی بن جانے سے رام جنم بھومی کی بات کرنے والوں کو اپنے اسی جوش اور نعروں اور تحریکی عمل کو چلاتے رہنے اور جاری رکھنے کی ضرورت ہے۔ اس طرح مسئلہ کو پیچیدگیوں کا سامنا ہے۔ بہتر ہوتا کہ فریقین کے ذمہ داران سنجیدہ اور باوقار انداز میں باہمی مشورے سے دونوں فریقوں کو صحیح نقطہ پر لاسکتے۔

سوال : بابری مسجد سانحہ کے سلسلہ میں ایک ذہنیت ایسی بھی ہے جو اسے جذباتی مسئلہ قرار دیتی ہے اور مسلمانوں کو یہ مشورہ دیتی ہے کہ وہ جذباتی مسائل سے دامن بچاتے ہوئے اپنے تعلیمی واقتصادی مسائل کے حل کی طرف متوجہ ہوں؟

جواب : تعلیمی واقتصادی یا اس نوعیت کے دوسرے مسائل میں دلچسپی لینے کی بات غلط تو نہیں ہے لیکن مسائل بہرحال مسائل ہیں چاہے وہ جذباتی نوعیت کے ہوں یا غیر جذباتی۔ مسائل اپنا حل چاہتے ہیں البتہ جذباتی مسائل کو بھی مدبرانہ طور پر اور سنجیدہ حکمت عملی کے ساتھ حل کرنا چاہئے نہ کہ جذباتیت کی رو میں اس طرح آگے بڑھا جائے کہ مسئلہ کے حل کے سلسلہ میں پیچیدگی میں اضافہ ہو۔

س:۔ حال میں گجرات کے انتخابات کے نتیجہ میں اقلیتی طبقہ میں جو بے دلی پیدا ہوئی اور اکثریتی طبقہ کے لیڈروں کے جس طرح کے بیانات آرہے ہیں اس سے مسلمانوں کو کیا سمجھنا چاہئے؟

ج:۔ گجرات کے انتخابات کے نتائج کوئی بہت حیرت والے نتائج نہیں ہیں ان انتخابات کی کنونسنگ میں، ہندو مذہب کو خطرہ میں بتا کر اور مسلمانوں کے متعلق برا تصور دے کر وقتی اور جذباتی سطح پر ووٹوں کو حاصل کرنے کی کوشش کی گئی تنہا گودھرا کے واقعہ سے جذباتی احساسات پیدا کرکے اور مسلمانوں کو من حیث القوم مجرم اور ہندو دشمن بتانے کی بھرپور کوشش کی گئی اور ذہنوں میں یہ بات ڈالی گئی کہ اگر بی جے پی نہ آئے گی تو ہندو مذہب خطرہ میں ہے ایسی صورت میں الیکشن کے اس نتیجہ کے ظاہر ہونے میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

گجرات ہندوستان کا ایک صوبہ ہے کل ہندوستان نہیں ہے اور وہاں صوبائی حکومت ہندو فرقہ وارانہ ذہنیت کی تھی اور مرکزی حکومت بھی ان کی ہمدرد رہی ہے دوسرے صوبوں کو اس صوبہ پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ ہندو فرقہ پرست لیڈر بیانات جو بھی دیں، ہندوستان کے باشعور ہندو عوام بہت دنوں تک اور بڑی تعداد میں دھوکہ میں نہیں آئیں گے اور یہ طریقہ کار ہر جگہ اختیار بھی نہیں کیا جاسکے گا اور جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے، گجرات کے ہولناک فسادات ہوں یا وہاں کے انتخاب کے نتائج ان کے مطابق نہ ہوں، تو ان سب باتوں کو وقتی اور محدود واقعات میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ مسلمانوں پر ان کی تاریخ میں بڑے بڑے دشوار حالات و حوادث پیش آئے اور ان کو مٹانے اور کمزور کرنے کی سازشیں کی گئیں لیکن ان سے من حیث القوم مسلمانوں کو کوئی طویل نقصان نہیں پہونچا بلکہ ان کی ہمتیں بڑھیں اور حالات کا مقابلہ کرنے کا حوصلہ بڑھا بلکہ تعداد بھی بڑھی ہے جو لوگ مسلمانوں کا صرف تاریک پہلو دیکھتے ہیں ان کا مسلمانوں کی تاریخ کا مطالعہ بہت ناقص ہے۔ مسلمانوں کا حوصلہ بلند ہوتا رہا ہے اور وہ مشکلات کے باوجود آگے بڑھے ہیں اس حقیقت کو غیروں کو بھی سمجھنا چاہئے اور مسلمانوں کو بھی سمجھنا چاہئے اور محدود واقعات سے متاثر ہوکر بددل نہیں ہونا چاہئے لیکن اپنے عمل کو درست کرنے اور اپنے خدا کو راضی رکھنے کی کوشش میں کوتاہی نہیں کرنی چاہئے اس کو راضی کرکے ہی ہم اس کی نصرت کے مستحق ہوسکتے ہیں معصیتوں کی کثرت کی صورت میں اللہ کی طرف سے مسلمانوں کو بھی سزا دی جاتی ہے اپنے کو اس سے بچانے کی ضرورت ہے ہم اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے رہیں اور اپنے اللہ سے مدد بھی مانگتے رہیں۔

❀❀❀❀❀

بیعت تقویٰ یا توبہ

مولانا محمد ولی رحمانی

دینی احکام کی پابندی اور دل وجان سے ان کی بجا آوری ایمان کا تقاضہ ہے، جب تک فرمانِ الٰہی اور ارشاداتِ نبوی سے والہانہ تعلق نہ ہو اور اللہ کے حکم اور مرضی پر دل راضی نہ ہو، طاعت میں یکسانیت (۱)، اعمال میں نورانیت اور افراد میں روحانیت کی بڑی کمی رہتی ہے، اس اہم کام کے لیے "دل" کی صفائی اور دل کی تیاری ضروری ہے، دل ٹھیک ہوگا، اس کی اصلاح ہوجائیگی تو سارا جسم متاثر ہوگا، اور پورے جسم کی اصلاح ہوجائے گی اور جسم کا ہر حصہ وہ کام کریگا جو اللہ کی مرضی ہے، اور جو رسول اللہ ﷺ کی ہدایت ہے، اسی لئے دل کی اصلاح وصلاح پر زور دیا گیا، شہنشاہ کونین ﷺ نے فرمایا:

الا إن في الجسد لمضغة إذا صلحت صلح الجسد كله وإذا فسدت فسد الجسد كله، الا وهي القلب (۲)

(بلاشبہ جسم میں ایک لوتھڑا ہے وہ ٹھیک ہوا تو سارا جسم ٹھیک ہوجائے گا۔ وہ گڑ بڑا گیا تو سارا جسم گڑبڑ ہوجائے گا۔ جان لو! وہ "دل" ہے)

یہ دل مرکز خیر وشر ہے، تربیت یافتہ دل خیر کی آماجگاہ ہے اور جس دل کی تربیت نہیں ہوئی وہ شر کی پناہ گاہ ہے، اسلئے دل کی اصلاح انبیاء کرام کی بنیادی ذمہ داری رہی ہے، اور خود انہوں نے اس کی حفاظت کی آرزو اور اس کے منشرح ہونے کی جستجو کی ہے،

رب اشرح لي صدري (۳)

میرے اللہ! میرے لئے میرے دل کو منشرح فرما دے۔

یہ شرح صدر جو صفائی باطن اور اصلاح دل کا ایک درجہ ہے، جس کی طلب اولوالعزم پیغمبر کو تھی، اللہ تعالیٰ نے سرکار ذی وقار ﷺ کیلئے اس کا خصوصی انتظام فرمایا۔۔۔ اور یہ عظیم نعمت محبوب رب العالمین ﷺ کو بلا طلب دی گئی، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس کی نعمت وعظمت کا ذکر فرمایا: الم نشرح لک صدرک (کیا میں نے آپ کے لئے دل کو منشرح نہیں کردیا؟) (۴)

ان انعامات خداوندی کا نتیجہ یہ ہوا کہ سرکار دوعالم کا مبارک اور منور دل ہی نہیں، فکر ونظر، ارادہ وعمل اور جسم اطہر کا ہر حصہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر راضی رہا، ان ساری عظمتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے انہیں انسانوں کی ہدایت کے لئے مامور فرمایا اور دل کی صفائی کی ذمہ داری دی:

هو الذي بعث في الأميين رسولا منهم يتلو عليهم آياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة (۵)

نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری "تزکیۂ نفس" تھی، اور اس کا سبق لینا، اس کیلئے اپنے آپ کو تیار کرنا پھر نفس کو ٹھیک کرلینا ہر صاحب ایمان کی ضرورت ہے، جس کی تکمیل پر اللہ تعالیٰ نے کامیابی وکامرانی، صلاح وفلاح کی بشارت دی ہے،

ونفس وما سواها فألهمها فجورها وتقواها قد أفلح من زكاها (۶)

اسی لئے نفس کے تزکیہ اور دل کی صفائی کے اہتمام وانتظام کو شہنشاہ کونین ﷺ نے بڑی اہمیت دی، اور اسے جہاد اکبر فرمایا گیا۔۔۔۔

ایک غزوہ سے واپسی پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا رجعنا من الجهاد الأصغر إلى الأكبر أي الجهاد بالنفس ہم چھوٹے جہاد سے فارغ ہوکر بڑے جہاد (یعنی نفس سے جہاد) کیلئے آگئے ہیں۔ جہاد و قتال کے مرحلہ میں انسان دین متین کی سربلندی، ملت اسلامیہ کی سرفرازی اور خدائے وحدہ لاشریک کی غیر معمولی فرمانبرداری کے جذبہ سے سرشار ہوتا ہے اور جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان میں اترتا ہے اس کے جسم وجان میں یہ لپٹیں آتی اور دوڑتی رہتی ہیں،

یا تن رسد بجاناں یا جاں زتن برآید

وہ اپنی جان دینے کو تیار اور مغفرت و رحمت کا طلب گار ہوتا ہے۔ یہ عزم وحوصلہ بڑی اونچی چیز ہے، بڑا دل گردہ چاہئے اس کے لئے۔۔۔۔ اللہ کے دربار میں اس جذبہ وحوصلہ کا بڑا وزن ہے،

جان دیدینے سے بڑی چیز اور بڑا جہاد جان کو خدا کی ہدایت کے مطابق ڈھالنا، اور مرضی مولیٰ کے مطابق اپنے مزاج وانداز، فکر وعمل اور ذوق ونظر کو راضی کرلینا ہے، بندہ کی یہ تیاری، خود سپردگی، اور آمادگی بہت بڑی چیز ہے۔ یہ دن دو دن کی بات نہیں پوری زندگی کا کام ہے، اس میں استقامت اور دوام وثبات کی ضرورت ہے، اپنے وجود کو جلا بخشنے کے لئے نفس کو جلانے اور شمع کی طرح جلنے اور پگھلنے کی ضرورت ہے اور

سلگنا اور شئی ہے جل کے مرجانے سے کیا ہوگا
جو ہم سے ہوسکا ہے کام پروانہ سے کیا ہوگا

اس نازک کام کی پہلی اور مضبوط کڑی احکام خداوندی اور ہدایات نبوی ﷺ کو دل میں اتارنا اور عمل میں لانا ہے، سرکار ذی وقار علیہ تحیۃ الابرار بیعت تقویٰ یا بیعت توبہ کے ذریعہ احکام و ہدایات کو دل میں اتارتے اور بیعت کے ذریعہ عمل

پر استقامت کا حوصلہ دیتے تھے، یہ فرد کے مزاج و انداز کی تربیت کا ذریعہ ہے، جس سے خدا کی مرضی پر راضی رہنے کا ذوق بنتا ہے اور نفس کی تربیت اور تہذیب ہوتی ہے،

جب یہ مرحلے گذرتے ہیں، اور قلب و نظر، دل و دماغ کی تیاری ہو جاتی ہے، تو عبادت کا ذوق اور اسکی لذت ہی کچھ اور ہوتی ہے، اور عبودیت کے مرحلے آجاتے ہیں، العبادة هي امتثال أوامر الله تعالى والعبودية هي الرضا بمرضات الله تعالى (اللہ کے احکام کی بجا آوری عبادت ہے، اور اللہ تعالی کی مرضی پر اپنے آپ کو راضی کر لینا عبودیت ہے) عبادت ایمانی زندگی کالازمی نتیجہ ہے، اور عبودیت احسانی زندگی کا دوسرا نام ہے، یہ احسانی زندگی نہ اسلام سے الگ کوئی چیز ہے نہ شریعت پر عمل کئے بغیر حاصل ہو سکتی ہے، اور نہ زندگی سے فرار و گریز ہے، یہ ایمانی زندگی کی اونچی شکل ہے، جس میں ایمانی زندگی کی تمام نعمتوں اور سہولتوں، طاعت و اطاعت، مواظبت واستقامت، احتیاط اور پابندی کا ہونا ضروری ہے، ساتھ ہی ہر لمحہ اپنی عبدیت کا اعتراف واحساس اور نرم وگرم پر دل کا اطمینان احسانی زندگی کی عملی جہت ہے، یہ احسانی زندگی، اور انسان کے قلب و نظر، فکر و عمل کی یہ جہت محبوب بھی ہے مطلوب بھی!

اللہ تعالی کی مرضی ہے کہ لوگوں کو اس زندگی کا علم ہو، اس کا ذوق ابھرے، اور صاحب ایمان اس راہ پر چلے ۔۔۔۔ اسی لئے اللہ تعالی کے خاص حکم سے حضرت جبرئیل نے پوچھا: اللہ کے رسول بتائیے ایمان کیا ہے؟ سرکار دو عالم ﷺ نے بتایا: قال أن تومن بالله وملائكته و كتبه ورسله و اليوم الآخر و تومن بالقدر خيره و شره

حضرت جبرئیل نے پھر پوچھا: اے اللہ کے رسول! احسان کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: أن تعبد الله كأنك تراه فإن لم تكن تراه فإنه يراك اس طرح عبادت کرنا کہ تم خدا تعالی کو دیکھ رہے ہو، اور اگر (یہ درجہ حاصل نہیں ہوا ہے تو اس سے کم درجہ یہ ہے کہ) تم نہیں دیکھ پا رہے، تو (دل میں یہ خیال جما رہے کہ) خدا تعالی تمہیں دیکھ رہے ہیں۔ (۷)

اس کیفیت کو سمجھنا اور حاصل کرنا اللہ کی پسند اور اس کی مرضی ہے، جس کا علم اللہ تعالی نے خاص انداز سے سرکار ذی وقار ﷺ اور حضرت جبرئیل کے مکالمہ کے ذریعہ صحابہ کرامؓ کو دیا تاکہ عملی زندگی میں راہ نما بن سکے،

زہری نے کہا کہ ہمیں ابو ادریس عائذ اللہ بن عبد اللہ نے خبر دی، ابو ادریس سے حضرت عبادہ بن صامتؓ نے بیان کیا۔ یہ عبادہ غزوۂ بدر میں شریک تھے اور عقبہ کی رات میں وہ بھی نقیب تھے، انھوں نے بتایا کہ حضور ﷺ کے گرد صحابہ کرامؓ کی جماعت تھی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم مجھ سے بیعت کرو کہ تم لوگ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کروگے، چوری نہ کروگے، زنا نہ کروگے، اولاد کو نہیں مارو گے، ہاتھ پیر کے درمیان کسی پر بہتان تراشی نہ کروگے، اور بھلے کام میں نافرمانی نہ کروگے تو تم میں سے جو شخص اس اقرار کی پابندی کرے گا اللہ تعالی اسے اجر دیگا، اور جو کوئی ان میں سے کوئی گناہ کر بیٹھے اور دنیا میں اس کی سزا مل گئی تو وہ اس کے لیے کفارہ ہے اور جو شخص کوئی گناہ کر بیٹھے اور اللہ تعالی اس پر پردہ ڈال دے تو وہ اللہ کے سامنے ہے، چاہے تو معاف فرمائے اور اگر چاہے تو عذاب دے، پھر ہم نے ان چیزوں پر بیعت کی۔

اسی طرح دوسرے موقع پر شہنشاہ کونین ﷺ نے صحابہ کرامؓ کی ایک دوسری جماعت سے بیعت لی، اور جن چیزوں کا عہد لیا، اس میں مخاطب کے مزاج وضرورت کے لحاظ سے الفاظ بیعت میں فرق فرمایا:

حضرت عوف بن مالک الاشجعیؓ فرماتے ہیں کہ ہم سب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے، ہماری تعداد سات تھی، یا آٹھ تھی یا نو، سرکار ذی وقار ﷺ نے فرمایا کہ: کیا تم لوگ اللہ کے رسولؐ سے بیعت نہیں کروگے تو ہم لوگوں نے ہاتھ بڑھایا۔۔۔۔۔۔۔ وہاں موجود ایک صاحب نے کہا: یا رسول اللہ! ہم لوگ تو آپؐ سے بیعت کر چکے ہیں اب ہم کس بات پر آپ سے بیعت کریں؟ آپ نے فرمایا: (بیعت اس بات کی کہ) تم لوگ اللہ کی عبادت کروگے، کسی کو اس کا شریک نہیں کروگے، پانچوں وقت کی نماز ادا کروگے (اللہ کے رسول کے حکم کو) سنو گے اور اطاعت کرو گے۔ اور آہستگی سے فرمایا کہ کسی سے کچھ مانگنا نہیں ۔۔۔۔۔۔)

مرنیوالے کے اوصاف وخصوصیات کا ذکر کر کے رونا ایک فن (آرٹ) ہے اور عورتوں کی عادت بھی تھی، آج بھی دنیا کے مختلف حصوں میں یہ "فن" جنازہ اٹھنے کے ساتھ دیکھنے اور سننے کو ملتا ہے اسلام نے اسے جاہلی رسم قرار دیا، فرمایا گیا "النياحة من عمل الجاهلية" (نوحہ کرنا جاہلیت کا کام ہے) اسلئے جب آپؐ نے عورتوں کی بیعت فرمائی، تو معاشرہ میں پھیلی اور مزاج میں رچی بسی اس عادت کو ختم کرنے کا عہد بھی لیا، تا کہ غیر اسلامی مزاج ختم ہو، اسلامی مزاج بنے اور ذوق و عادت میں تبدیلی آئے، عورتیں شرک اور نوحہ سے دور رہیں، اور احکام اسلامی ان کے دلوں میں اتار دیا جائے:

حضرت ام عطیہؓ نے فرمایا کہ ہم نے نبی کریم ﷺ سے بیعت کی، تو آپؐ نے ہم لوگوں کے سامنے "ان لا يشركن بالله" (اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گی) والی آیت پڑھی اور ہم لوگوں کو نوحہ کرنے سے منع فرمایا۔

ایک دوسری روایت سے وضاحت ہوتی ہے، کہ یہ بیعت تقوی، علیحدہ ہے اور بیعت اسلام علیحدہ ۔۔۔۔ اور اس کا علم پرانے صحابہ کرامؓ اور صحابیاتؓ کو تھا، اور وہ بیعت اسلام کے بعد اپنے ذوق وشوق سے بیعت تقوی کے لئے بھی آیا کرتی تھیں۔

حضرت امیمہ بنت رقیقہؓ کی روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہم عورتوں کے ساتھ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے جو اسلام لانے کیلئے بیعت کر چکی تھیں، ہم لوگوں نے حضورؐ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم آپ سے بیعت کرتے ہیں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرینگے، چوری نہ کرینگے، زنا نہیں کریں گے اولاد کو جان سے نہ ماریں گے اولاد کے سلسلہ میں کسی پر بہتان تراشی نہ کریں گے اور بھلے کاموں میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جہاں تک صلاحیت ہو جتنی طاقت ہو،

ایک صحابی کی حیرت ۔۔۔ یہ دوسری بیعت کیسی؟

حضرت عبادۃ بن صامتؓ اور حضرت عوف بن مالک الاشجعیؓ کی مذکورہ روایت سے وضاحت ہوتی ہے، کہ ان دونوں حضرات نے جماعت کے ساتھ بیعت کی، اور مختلف امور پر سرکار ذی وقار ﷺ نے ان لوگوں سے بیعت لی، اور ان دونوں مواقع پر بیعت کی ہمت افزائی آپؐ نے فرمائی، اقدام آپ کی جانب سے ہوا اور یہ بیعت تجدید عہد کے طور پر لی گئی تھی، تا کہ جو لوگ ایمان لا چکے ہیں، وہ ایمانی زندگی گذاریں، اور ایمان کے تقاضوں کو پورا کرتے رہیں،

بعض صحابہ کرامؓ جو تازہ تازہ اسلام لائے تھے، اور بیعت اسلام وایمان کر چکے تھے، انہیں پہلے مرحلے میں حیرت بھی ہوئی کہ یہ دوسری بیعت کیا چیز ہے، ۔۔۔۔۔۔ حضرت عوف بن مالک الاشجعیؓ کی جو روایت اوپر پیش کی گئی، اس کا یہ جملہ خاص طور پر قابل توجہ ہے: فقال قائل يا رسول الله إنا قد بايعناك فعلى ما نبايعك (ایک کہنے والے نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم تو آپ سے بیعت کر چکے، اب ہم کس بات پر بیعت کریں؟

وہ صحابیؓ بیعت اسلام کر چکے تھے، اس لئے انہیں ذرا حیرت ہوئی، انہیں اس وقت تک معلوم نہیں تھا کہ بیعت اسلام کے علاوہ کوئی اور بیعت بھی ہوتی ہے ۔۔۔۔۔ حضور ﷺ نے انہیں سمجھایا، کہ بیعت اسلام کے سوا دوسری بیعت بھی ہوتی ہے، آپؐ نے وہ امور بیان فرمائے اور پھر دوسرے صحابہ کرامؓ کے ساتھ ان کی بھی بیعت لی گئی۔

یہ دوسری بیعت ۔۔۔ بیعت تقوی ہے!

صحابیؓ کو جس دوسری بیعت پر حیرت ہوئی وہی "بیعت تقوی" ہے جس کی تعلیم و تلقین سرکار ذی وقار ﷺ نے فرمائی، حضرت عبادۃ بن صامتؓ، حضرت عوف بن مالک الاشجعیؓ، حضرت ام عطیہؓ کی روایتیں سامنے ہیں، کلمات بیعت میں اسلام لانے کا تذکرہ نہیں ہے، نہ جہاد کی تلقین کی گئی ہے، نہ ہجرت کا حکم دیا گیا ہے، روایت کے الفاظ بتاتے ہیں کہ یہ سب حضرات ایمان سے مشرف تھے، پوری جماعت صحابہ کرامؓ کی تھی، نئے بھی تھے، پرانے بھی تھے، ان سے اسلامی احکام کی تعمیل اور تکمیل پر بیعت لی گئی، ان روایتوں میں جن امور پر بیعت کا تذکرہ ہے ان کی تاکید ایمان لانے کے بعد ہی کی جا سکتی ہے، ایمان لائے بغیر کسی کو بھی دین کی تفصیلات کا پابند نہیں بنایا جا سکتا، اور نہ ان تفصیلات سے متعلق کوئی عہد لیا جا سکتا ہے، فقہی زبان میں کہا جا سکتا ہے کہ ایمان کے بغیر اعمال کا مکلف نہیں کیا جا سکتا، اس لئے یہ بیعت جو تفصیلات دین کیلئے تھی، نہ بیعت ایمان ہے، نہ بیعت جہاد اور ہجرت ہے، نہ اطاعت امیر والی ہے، یہ وہ بیعت ہے جسے بعض احادیث میں "بیعت نساء" بھی کہا گیا، اور جسے بیعت تقوی کہتے ہیں اور جسے بزرگوں نے بیعت توبہ کہا ہے۔

---

۱) (جو عمل پابندی سے کیا جائے وہ اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے)
۲) مشکوٰۃ المصابیح ج ۱، ص ۲۴۱ باب الکسب و طلب الحلال
۳) سورۃ طٰہٰ
۴) سورۃ الانشراح
۵) سورۃ الجمعہ ۹
۶) سورۃ الشمس، ۷۔۸
۷) مشکوٰۃ المصابیح (۱۱)
(فرق مراتب کے ساتھ صوفیائے کرام کی اصطلاح میں یہی درجہ حضور و دوام کہلاتا ہے۔)

سال نو کے پر مسرت موقع پر ایک شاندار انعام
ایک ہفتے کا فری کورس
Millenium Computer Centre
ہارڈویر اینڈ سافٹ ویر
(انٹرنیٹ کیلئے بہت جلد شروع)
دینی مدارس کے طلبہ کے لئے خصوصی رعایت
ملینیم کمپیوٹر سنٹر
نزد مچھلی منڈی ڈالی گنج لکھنؤ
Ph:2786250

دربارِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری

چند تاثرات و کیفیات

(۱)

روضۂ اطہر پر نظر پڑی تو مدتوں کی مشتاق آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب امڈ آیا، دل پر ہیبت طاری ہوگئی حرم کعبہ میں صرف اللہ ورب تھا لیکن یہاں اس کے ساتھ اس کے حبیب بھی تھے۔ یہاں شراب دوآتشہ تھی اور اس کا کیف وسرور دوگنا تھا یہاں حسنِ الٰہی کے ساتھ حسن رسالت کے جلوے بھی تھے یہاں خدا کا گھر بھی تھا رحمت نگاہ تھا اور اسکے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر بھی تھا جو فردوس نگاہ تھے نگاہیں دونوں پر فدا ہو رہی تھیں اس لئے روح الحاح وزاری اور دل آہ وفغاں کرنے لگا وہاں قریب قریب سب حاضرین ہی آہ وزاری کر رہے تھے، جذب ومستی کی ایک کیفیت تھی جو قریب قریب سبھی اہل جذب وشوق پر طاری تھی۔"

(ڈاکٹر نصیر احمد ناصر)

(۲)

جنت البقیع کے قریب کار پارک کی اور اس میدان میں سے ہوتے ہوئے حرم نبویؐ تک گئے جہاں آج سے ایک سال پہلے ایک محلّہ آباد تھا اب اس میدان کو ہموار کر کے اس پر مٹی بچھائی جارہی تھی اس حصے کو مسجد نبوی کے احاطے میں شامل کیا جارہا تھا حجاج کی تعداد بڑھنے کی وجہ سے مسجد کی توسیع لازمی تھی باب جبریل سے باہر جوتے اتارے اور جوں ہی مسجد نبوی کے صحن میں قدم رکھا قلب ونظر کی حالت بدل گئی نظر وہ کچھ نہیں دیکھ رہی تھی جو وہ دیکھتی ہے اور قلب کی دھڑکنوں میں بھی وہ کیفیت نہیں رہی تھی جسے دل خود پہچانتا ہے۔ اندر زائرین کا ہجوم تھا اور میں کسی چہرے کو نہیں پہچان رہا تھا۔ پہچان سے میری مراد یہ ہے کہ کوئی چہرہ مجھے چہرہ نظر نہیں آتا تھا یوں لگتا تھا کہ جیسے ہیولوں کو چلتے پھرتے دیکھ رہا ہوں نصیر اور طاہر میرے ہمراہ تھے عورتیں علاحدہ حصے میں چلی گئی تھیں میں نصیر اور طاہر کی موجودگی سے بھی بے نیاز ہوگیا تھا دعاؤں کی جو کتاب ساتھ لے گیا تھا اسے کھولا تو کوئی لفظ اپنے اصلی روپ میں نظر نہ آیا ہر لفظ ایک آنسو تھا اور ہر سطر ایک ندی تھی وہ دل جو کدورتوں، نفرتوں اور نفسانی خواہشوں کی آماجگاہ تھا ان آنسوؤں میں ٹپک جانے کو بے قرار تھا اتنے سوتے پہلے کبھی دل کی سرزمین سے نہیں پھوٹے تھے، اتنی رقت مجھے پہلے کبھی نہ ہوئی تھی مجھے وہ اعمال ہی بھول گئے جو حرم نبویؐ میں داخلے کے بعد ضروری ہیں قلب ونظر کا صفحہ آنسوؤں میں ڈھل گیا تھا روح کی اتنی بالیدگی پہلے کبھی نصیب نہیں ہوئی تھی عزیزم طاہر کے یاد دلانے پر ضروری اعمال بجالایا۔

('ارض تمنا' از غلام الثقلین نقوی)

(۳)

بیت اللہ کی طرح حرم نبوی شریف میں بھی پذیرائی کے ایسے مواقع فراہم تھے کہ جدائی کی پیاس بجھ سکے رسائی کی ہوس کی شدت کم ہو جائے منبر نبوی شریف استوانہ مبارک بلکہ ریاض الجنۃ کی ہر ہر کیاری سجدہ ریزی کے اشارے کر رہی تھی۔ اپنی حالت کچھ ایسی تھی جیسے مہینوں کے فاقوں کے مارے کو ایسے دسترخوان پر بٹھا دیا جائے جہاں ہر قسم کے لذیذ کھانے 'فواکہات اور مشروبات' چنے ہوں لیکن یہ عجیب بات ہے کہ غذا کے چند لقمے حلق سے اترتے ہی پیٹ بھرنے لگتا ہے بھوک گرنے لگتی ہے اس کے برعکس طلب روحانی رکھنے والے کو جب مطلوبہ نعمتیں دستیاب ہوتی ہیں تو پھر اشتہا کم نہیں ہوتی بلکہ خواہش تیز تر ہوتی جاتی ہے جتنی عبادت کرو، جتنے نوافل پڑھو، جتنی دفعہ ستونوں کو گلے لگاؤ، جالیوں کی زیارت سے آنکھیں سجاؤ، دل یہی چاہتا ہے کہ مشاغل واذکار میں ترقی ہوتی رہے۔ مدت قیام بڑھتا ہی رہے اور حضوری کے لمحات کبھی ختم نہ ہوں بے یار ومددگار کو محض سہارے کا احساس ہی نہیں ہوتا بلکہ وفور اشتیاق میں بہت کچھ نظر آنے لگتا ہے دل کی آنکھوں میں بینائی پیدا ہونے لگتی ہے۔ کرم نوازیوں کے ظہور سے ادنیٰ غلام نشۂ کیف وسرور میں اس قدر سرشار ہو جاتا ہے کہ حرم سے باہر نکلنے کو آمادہ ہی نہیں ہوتا اور جب باہر آتا ہے تب بھی انوار کی فراوانی محسوس ہوتی رہتی ہے۔ اسی وجہ سے حاضری کے بعد واپسی پر بے قراری میں اضافہ لئے لوٹتا ہے دیرینہ ارمان اور التجائیں پوری ہونے کے بعد نئی آرزوئیں، نئی امنگیں بڑی آب وتاب سے نمودار ہو جاتی ہیں جو فراق کو کیف آفریں بنا دیتی ہیں پھر وہ دن بھی آتا ہے جب یہ تمنائیں رنگ لاتی ہیں دعاؤں کے پھول کھلنے لگتے ہیں گرمیٔ فراق بارانِ رحمت کا موجب بنتی ہے اور یہی بیتابی اور بے قراری رسائی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔" "مرحبا"

(از محمد ذاکر علی خان)

(۴)

جب ہم مسجد نبویؐ میں حاضر ہوئے ہیں تو ظہر کی نماز تیار تھی سنتوں کے بعد جماعت سے نماز ادا کی کہاں! مسجد نبوی اور سجدہ گاہِ مصطفوی میں۔۔۔۔ پیشانی کی اس سے بڑھ کر معراج اور کیا ہوگی!

نماز کے بعد اب روضۂ اقدس کی طرف چلے حاضری کی بے اندازہ مسرت کے ساتھ اپنی تہی دامنی اور بے مائیگی کا احساس بھی ہے یہی سبب ہے کہ درود کے لئے آواز بلند ہوتے ہوتے بھنچ بھی جاتی ہے قدم بھی تیز اٹھتے ہیں اور کبھی آہستہ ہو جاتے ہیں مواجہ شریف حاضر ہونے سے پہلے قمیض کے گریبان کے بٹن ٹھیک کئے ٹوپی سنبھالی اور پھر۔

وہ سامنے ہیں نظام حواس برہم ہے
نہ آرزو میں سکت ہے نہ عشق میں دم ہے

زائرین بلند آواز سے درود وسلام عرض کر رہے ہیں اور کتنے تو جالی مبارک کے بالکل قریب جا پہونچے ہیں مگر اس کمینہ غلام کے شوق بے پناہ کی یہ مجال کہاں۔۔۔۔ چند گز دور ستون کے قریب کھڑا ہوگیا ہاتھ باندھے ہوئے مگر نماز کی ہیئت سے مختلف۔ آہستہ آہستہ صلوٰۃ وسلام عرض کر رہا ہوں کہ حضور کی محفل کے آداب کا یہی تقاضہ ہے اور یہ آداب خود قرآن نے سکھائے ہیں۔

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله
الصلوة والسلام عليك يا حبيب الله
الصلوة والسلام عليك يا خير خلق الله
الصلوة والسلام عليك يا رحمة للعالمين.

زبان سے یہ لفظ نکلے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔

صلوٰۃ وسلام عرض کر رہا ہوں مگر آواز گلو گیر ہوتی جارہی ہے اور الحمد للہ کہ آنکھیں روضۂ مبارک کی جالیوں کو چوم رہی ہیں اور دل آنکھوں کو مبارک باد دے رہا ہے زبان حال سے آنکھوں کی اس سے بڑی خوش قسمتی اور کیا ہو سکتی ہے۔

('کاروانِ حجاز' از ماہر القادری)

(۵)

بائیں کو گھوم کر حجرہ فاطمۃ الزہراء سے گزر کر حجرہ عائشہؓ کے جنوب میں مشرقی کونے سے گھوم کر دائیں کو مڑتے ہیں۔ مسافر کو محسوس ہوتا ہے کہ پورا عالم اسلام نہایت نظم وضبط کے ساتھ سلام پیش کر رہا ہے اس کے باوجود مواجہ مبارک کے سامنے جگہ مل ہی جاتی ہے وہ خاموشی سے ساکت وصامت اسلام کے پہلے سپہ سالار اعظم کے سامنے ایستادہ ہو جاتا ہے غیر شعوری طور پر اس مسافر کے دونوں پاؤں "خبردار" حالت میں مل جاتے ہیں اور اس کا بدن یوں تن جاتا ہے جیسے رول کے لئے تیار ہو رہا ہو۔ جب ایک ثانیہ کے بعد اس کا ذہن بیدار ہوتا ہے تو معاً اسے خیال پیدا ہوا کہ میں نے یہ کیا کیا۔ یہاں تو دست بستہ حاضری دی جاتی ہے مگر ذہن کے ایک خوابیدہ کنارے سے اشارہ ہوا کہ یہ بات نہیں تمہارے تحت الشعور نے غلطی نہیں کی تم نے سپاہ اسلامیہ کے اولین سپاہ سالار اور قائد کے حضور اپنا نذرانۂ عقیدت عین سپاہیانہ انداز میں پیش کیا۔ حضور نبی آخر الزماں تھے اور نسل انسانی کی جانب اللہ رب العالمین کے آخری پیغام رساں تھے مگر ساتھ ہی ملت اسلامیہ کی پہلی ریاست کے سربراہ اور اسلام کی پہلی فوج کے سپہ سالار اعظم بھی تو تھے اس خیال نے نہ معلوم ذہن کے کون کون سے دریچے وا کر دیئے اور مسافر کی آنکھوں کے سامنے سے بدر واحد اور خندق وحنین کے محیر العقول واقعات گزرنا شروع ہوئے۔

یہ مسافر، ہاں یہ گنہ گار اور پر خطا وعصیان آشنا مسافر، اسے یہ سعادت نصیب ہو رہی تھی کہ وہ اس خاک نشین شہنشاہؐ کے دربار میں حاضری کے قابل سمجھا گیا تھا کہ جس کے دربار میں پابہ جولاں آنکی سعادت حاصل کرنے کیلئے شہنشاہ کے سینکڑوں مسند نشین غلام اپنے عز وجاہ کو قربان کرنے کے لئے تیار رہتے تھے خیال کی کڑیاں کہاں سے کہاں جا پہنچیں اور یہ مسافر مواجہ مبارکؐ کے عین سامنے آن پہونچا اس لئے کہ پاس سے رہنما کا اشارہ ہوا۔

"سلام پڑھیے"

مسافر چونک پڑا۔

مسافر کو اپنی بے بضاعتی کا احساس شاید اس سے قبل کبھی نہیں ہوا تھا اس نے سوچا میں اور اس دربار شہنشاہیؐ میں سلام پیش کروں! کیا میں اس قابل ہوں کہ مواجہ مبارک کی جانب نظر اٹھا کر دیکھوں اور "السلام علیکم یا رسول اللہ" کہہ سکوں اپنی پر عصیاں زندگی کا لامتناہی سلسلہ تحت الشعور سے جھانک جھانک کر ندامت کے آنسوؤں کا سیلاب برپا کر رہا تھا اور زبان گنگ ہو چکی تھی غیر معمولی کوشش وہمت سے کام لیا اور بمشکل یہ الفاظ کہہ ہی لئے۔

"السلام علیکم یا رسول اللہ"

اور ہچکی بندھ گئی۔ ذہن نے جواب دے دیا اور وہ کچھ نہ سوچ سکا کچھ یاد ہی نہ آرہا تھا کس طرح سے سلام پیش کروں۔ لاشعوری طور پر اپنے حافظے کو کوسنے کا خیال آیا اور چلا گیا کتنے ہی "سلام" تھے جو سنے اور پڑھے تھے۔ اے کاش! حفیظ کا سلام یا اس کے چند بند یاد کر لئے ہوتے آج کچھ بھی تو یاد نہ تھا پھر ذہن کی سطح پر یہ خیال ابھرا کہ اگر حفیظ کا کیا ہوا "سلام" یاد ہوتا یا ماہر القادری کے سلام کے کچھ اشعار یاد ہوتے تو اس سے کام نہ بنتا دوسروں کے لکھے ہوئے "سلام" پڑھنے سے اپنے دل کی کیفیت کا اظہار نہیں ہوا کرتا۔"

(تذکرہ حجاز از بریگیڈیر گلزار احمد)

محاسن اسلام

اسلام میں زنا کی سزا

مولانا عتیق احمد بستوی

اسلام نے جن جرائم پر سخت ترین سزائیں مقرر کی ہیں ان میں زنا سرفہرست ہے اللہ تعالیٰ نے ہر انسان میں جنسی خواہش رکھی ہے اس جنسی خواہش کا کرشمہ ہے کہ یہ دنیا ہزاروں سال سے آباد ہے اور ایک نسل کے بعد دوسری نسل اس کی جگہ لے لیتی ہے دن بہ دن انسانی آبادی میں اضافہ ہورہا ہے اسلام انسان کی فطری خواہشوں کو فنا کرنے کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ انہیں پورا کرنے کے جائز مواقع فراہم کرتا ہے اسی لئے اسلام نے نوجوانوں کو نکاح کرنے کی ترغیب دی ہے اور نکاح کو عبادت اور انبیاء کی سنت قرار دیا ہے نکاح مرد اور عورت کے درمیان ایک مقدس معاہدہ ہے دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی کے آخری لمحہ تک زندگی گزارنے، ایک دوسرے کی جنسی خواہش پورا کرنے اور کارگاہِ حیات میں ایک دوسرے کے مونس وغمخوار بننے کا عہد کرتے ہیں۔

دنیا کے تمام آسمانی مذاہب اور مہذب اقوام میں مرد اور عورت کا جنسی تعلق اسی وقت جائز اور قابل قبول مانا جاتا تھا جب دونوں نکاح کے بندھن میں بندھ چکے ہوں دونوں نے وقتی طور پر جنسی لذت لینے کے لئے کوئی معاملہ نہ کیا ہو بلکہ مستقل طور پر رشتۂ نکاح قائم کیا ہو، نکاح کے بندھن میں بندھے بغیر کسی مرد اور عورت کا جنسی تعلق قائم کرنا زنا اور بدکاری ہے جسے تمام مذاہب اور تہذیبوں میں بدترین گناہ اور سنگین جرم قرار دیا گیا ہے۔

دورِ حاضر کی لذت کوشی اور اباحیت پسندی نے زنا اور بدکاری کے ''جرم'' ہونے کا تصور ہی ختم کردیا ہے اکثر ممالک کے قوانین میں آپس کی رضامندی سے ہونے والے زنا کو جرم ہی قرار نہیں دیا جاتا خصوصاً جب کہ مرد اور عورت دونوں غیر شادی شدہ ہوں اکثر ممالک کے قوانین کے اعتبار سے زنا اسی وقت جرم قرار پاتا ہے جب اس میں جبر واکراہ کا عنصر شامل ہوجائے، کسی عورت کی مرضی کے بغیر زبردستی اس سے جنسی خواہش پوری کی جائے۔ مغربی تہذیب سے مرعوب ذہن یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ جب آپس کی رضامندی سے مرد اور عورت اپنی جنسی خواہش پوری کررہے ہیں تو اسے پھر ''جرم'' کیسے قرار دیا جائے۔

ہمیں زنا کے مسئلہ پر اس طرح غور کرنا چاہئے کہ بہت سے کام آپس کی رضامندی سے کئے جانے کے باوجود اس لئے جرم قرار پاتے ہیں کہ سماج پر ان کے برے اثرات مرتب ہوتے ہیں یا ان سے دوسروں کی حق تلفی ہوتی ہے یا خود کرنے والوں کے حق میں وہ کام نتائج کے اعتبار سے انتہائی مضر ہوتے ہیں زنا کے ذریعہ جنسی خواہش پورا کرنے والا دراصل اپنے عمل کی ذمہ داریوں سے فرار اختیار کرنا چاہتا ہے نکاح کے بعد جنسی خواہش پورا کرنے کی صورت میں اسے بیوی اور بچوں کے اخراجات اٹھانے پڑتے اس کی کمائی میں اس کی فیملی کا بھی حصہ ہوتا زنا اور بدکاری کا راستہ اپنا کر اس نے اپنی ذمہ داریوں سے گردن چھڑا لی اور اپنی ذمہ داریاں دوسروں کے سر ڈال دیں۔ اگر اس کے جنسی تعلق قائم کرنے سے عورت کو حمل ٹھہرا تو اس مصیبت کو تنہا عورت جھیلے اور اگر جھیلنے کی ہمت نہ کرسکے تو اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر اسقاط حمل کرائے اور ننھی منی معصوم انسانی جان کو بے دردی کے ساتھ ملک عدم روانہ کردے، زنا کے ذریعہ حمل ٹھہرنے کے بعد جو عورتیں اسقاط حمل نہیں کراپاتیں اور ان کے یہاں بچوں کی پیدائش ہوجاتی ہے وہ دوہری مصیبت میں مبتلا ہوجاتی ہیں، مرد کے سہارے کے بغیر تنہا عورت کے لئے اولاد کی پرورش اور تربیت کوئی آسان کام نہیں ہے خصوصاً جب کہ مالی ذمہ داری بھی عورت ہی کے ذمہ ہو، اس لئے جن ممالک میں زنا کی وبا عام ہوچکی ہے ان میں لاوارث بچوں کی تعداد بے تحاشا بڑھ رہی ہے عام طور سے یہ وہی بچے ہوتے ہیں جو ناجائز تعلق کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں اور ان کی مائیں ان کی پرورش اور کفالت کے بوجھ سے بچنے کیلئے انہیں غیر آباد اور سنسان مقامات پر یا عوامی جگہوں میں چھوڑ جاتی ہیں، ان میں سے بہت سے بچے بروقت مدد نہ ملنے کی وجہ سے ہلاک ہوجاتے ہیں اور بہت سے بچے ان اداروں میں پہنچا دئے جاتے ہیں جو لاوارث بچوں کی پرورش اور تربیت کے لئے حکومت یا عوام قائم کرتے ہیں اس طرح سماج کے کندھوں پر بے شمار لاوارث بچوں کا بوجھ پڑ جاتا ہے اور ملک کی آمدنی کا خاصا حصہ ان بچوں کی پرورش اور کفالت میں خرچ ہوجاتا ہے۔

یہ بچے حکومت اور سماج پر صرف معاشی لحاظ سے بوجھ نہیں بنتے بلکہ ماں باپ کی محبت اور تربیت سے محروم رہنے کی وجہ سے ان کی نشوونما صحیح طریقہ پر نہیں ہوپاتی مختلف قسم

کے جسمانی اور نفسیاتی امراض واعذار کا شکار ہوجاتے ہیں۔ صحیح تعلیم وتربیت سے محروم رہنے کی وجہ سے ان میں مجرمانہ رجحانات پروان چڑھتے ہیں اور آسانی کے ساتھ جرائم پیشہ گروہوں کا آلہ کار بن جاتے ہیں۔

زنا کی وبا پھیلنے سے سب سے زیادہ حق تلفی ان بچوں کی ہوتی ہے جو زنا سے پیدا ہوتے ہیں ایسے بچے باپ کی شفقت اور ماں کی مامتا سے محروم ہوجاتے ہیں قانون کے نزدیک کسی کی اولاد قرار نہ پانے کی وجہ سے بہت سے ان حقوق سے محروم رہ جاتے ہیں جن سے دوسرے بچے بہرہ ور ہوتے ہیں نہ ان کا کوئی مربی ہوتا ہے نہ کفیل۔ بچپن ہی سے ان پر ذمہ داریوں کا ناقابل برداشت بوجھ آجاتا ہے زنا کے پھیلنے سے نسل اور نسب کی حفاظت نہیں ہو پاتی نسب خلط ملط ہوجاتے ہیں۔

زنا اور بدکاری کے پھیلنے سے بچوں کے بعد سب سے زیادہ نقصان سماج کا ہوتا ہے جیسا کہ اس کی وضاحت کی گئی۔ زنا کی عادت پڑنے سے انسان کی آنکھ کا پانی مرجاتا ہے، شرم وحیا اٹھ جاتی ہے، پھر انسان کو کسی برائی اور جرم میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں ہوتی زنا کی کوکھ سے بیشمار خوفناک بیماریاں جنم لیتی ہیں جیسا کہ میڈیکل سائنس کی تحقیقات سے ظاہر ہوتا ہے ایڈز جیسے کتنے خوفناک امراض زنا کے سوتے سے پھوٹتے ہیں اور انسانیت کو تباہی کے دہانے پر پہنچا دیتے ہیں۔

زنا کی انہیں بے شمار خرابیوں اور نقصانات کی وجہ سے اسلامی شریعت اسے سخت ترین جرم اور گناہ قرار دیتی ہے اور ہر ممکن طریقہ سے زنا کا سد باب کرنا چاہتی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ولا تقربوا الزنا إنّه کان فاحشةً وسآء سبیلاً (الاسراء۔۳۲)

''اور زنا کے پاس بھی مت جاؤ یقیناً وہ بڑی بے حیائی ہے اور بری راہ ہے۔''

اسلام کی بیعت لیتے وقت جن برائیوں کو ترک کرنے کا عہد کرایا جاتا تھا ان میں زنا بھی شامل تھا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

یٰٓأیها النّبیُّ إذا جآءك المؤمناتُ یبایعنك علیٰ أن لا یُشرِکن باللّٰه شیئاً ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن أولادهنّ ولا یأتین ببهتانٍ یّفترینه بین أیدیهنّ وأرجلهنّ ولا یعصینك فی معروفٍ فبایعهنّ واستغفر لهنّ اللّٰه إنّ اللّٰه غفورٌ رّحیم۔ (الممتحنة ۔۱۲)

''اے پیغمبرؐ! جب مسلمان عورتیں آپ کے پاس آئیں کہ آپ سے ان باتوں پر بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو نہ شریک کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی اور نہ کوئی بہتان کی اولاد لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان گڑھ لیں اور مشروع باتوں میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی تو آپ ان کو بیعت کرلیا کیجئے اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کرلیا کیجئے، بیشک اللہ بڑا مغفرت والا ہے، بڑا رحمت والا ہے۔'' (ایضاً)

اللہ کے نیک بندوں کی جو صفات قرآن میں بیان کی گئی ہیں ان میں سے ایک اہم صفت زنا کا ارتکاب نہ کرنا ہے ذیل کی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام سماج میں کیسے افراد پیدا کرنا چاہتا ہے اور کن کاموں اور صفات کو پسند یا ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :- وعباد الرّحمن الّذین یمشون علی الأرض هوناً وإذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاماً۔ والّذین یبیتون لربّهم سجّداً وّقیاماً۔ والّذین یقولون ربّنا اصرف عنّا عذاب جهنّم۔ إنّ عذابها کان غراماً إنّها سآءت مستقرّاً وّمقاماً والّذین إذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلك قواماً والّذین لا یدعون مع اللّٰه إلٰهاً اٰخر ولا یقتلون النّفس الّتی حرّم اللّٰه إلّا بالحق ولا یزنون ومن یفعل ذلك یلق أثاماً یضٰعف له العذاب یوم القیٰمة ویخلد فیه مهاناً إلا من تاب وآمن وعمل عملاً صالحاً فأولٰئك یبدل اللّٰه سیّاٰتهم حسناتٍ وکان اللّٰه غفوراً رّحیماً۔ (الفرقان۔ ۶۳تا ۷۰)

''اور (خدائے) رحمٰن کے (خاص) بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب ان سے جہالت والے لوگ بات چیت کرتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں خیر (سلام) اور جو راتوں کو اپنے پروردگار کے سامنے سجدہ وقیام میں لگے رہتے ہیں اور وہ جو دعائیں مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم سے جہنم کے عذاب کو دور رکھیو کہ بیشک اسکا عذاب تباہی ہے اور بیشک وہ (جہنم) برا ٹھکانا ہے اور برا مقام ہے اور وہ لوگ جب جب خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور اس کے درمیان (ان کا خرچ) اعتدال پر رہتا ہے اور جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور جس انسان کی جان کو اللہ نے محفوظ قرار دیا ہے اسے قتل نہیں کرتے مگر ہاں حق پر، اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو کوئی ایسا کرے گا اس کو سزا سے سابقہ پڑیگا قیامت کے دن اس کا عذاب بڑھتا جائے گا وہ اس میں ہمیشہ ذلیل

ہو کر پڑا رہے گا مگر ہاں جو توبہ کرے اور ایمان لے آئے اور نیک کام کرتا رہے سو ایسے لوگوں کو اللہ ان کی بدیوں کی جگہ نیکیاں عنایت کرے گا اور اللہ تو ہے ہی بڑا مغفرت والا بڑی رحمت والا۔"

اسلام کا یہ عقیدہ وتصور جرائم کے روکنے میں بڑا معاون ہوتا ہے کہ ہر انسان کے اچھے برے اعمال لکھے جارہے ہیں انسان جو اچھے برے کام سنانے اور رات دن کی تنہائیوں میں بھی کرتا ہے، ان کا اندراج بھی اس کے نامۂ اعمال میں کیا جاتا ہے۔ اس دنیا کے بعد کی زندگی (آخرت) میں جو ہمیشہ باقی رہے گی کبھی ختم نہ ہوگی۔ دنیا میں کئے ہوئے اس کے اچھے برے کاموں کا بدلہ دیا جائے گا گناہ اور جرم کرکے اگر وہ قانون کی زد میں آنے سے بچ بھی گیا تو بھی آخرت میں اللہ کی عدالت میں اسے اپنے جرائم کی سخت ترین سزا بھگتنی پڑے گی، آخرت کا عقیدہ وتصور اسلامی قانون کو ایسی زبردست قوت عطا کرتا ہے کہ جو کسی اور قانون کو حاصل نہیں اس قوت کے بدولت اسلام کی تعلیمات اور سزائیں جرائم کو روکنے میں بہت موثر اور کامیاب ہوتی ہیں۔

سماج اور افراد پر زنا کے تباہ کن اثرات کی وجہ سے اسلام نے زنا پر انتہائی سخت سزا مقرر کی ہے، انسان جب شادی شدہ ہو اور جنسی خواہش کے پورا کرنے کی جائز شکل موجود ہو تو اس کا زنا میں ملوث ہونا اور زیادہ سنگین جرم ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

الزّانية والزاني فاجلدوا كلّ واحدٍ منهما مائة جلدة ولا تأخذكم بهما رافة في دين الله إن كنتم تؤمنون بالله واليوم الآخر وليشهد عذابهما طائفة من المؤمنين.

(النور۔۲)

"زنا کار عورت اور زنا کار مرد سو (دونوں کا حکم یہ ہے کہ) ان میں سے ہر ایک کے سو سو دڑے مارو، اور تم لوگوں کو ان دونوں پر اللہ کے معاملہ میں ذرا رحم نہ آنے پائے۔ اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو اور چاہئے کہ دونوں کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت حاضر رہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ زنا پر سو کوڑے لگانے کی سزا اس وقت ہے جب انسان غیر شادی شدہ ہو شادی ہوجانے کے بعد عاقل بالغ شخص کا زنا میں ملوث ہونا اور زیادہ سنگین جرم قرار پاتا ہے اور اس کی سزا یہ ہے کہ اسے اس وقت تک پتھر مارے جائیں جب تک کہ وہ شخص مر نہ جائے۔ زنا کی یہ سزا پہلی نظر میں بہت سخت محسوس ہوتی ہے لیکن اسلامی قانون کی تفصیلات سے واقف ہونے کے بعد اس سزا کی معقولیت بالکل واضح ہوجاتی ہے اس سلسلے میں چند نکات ذہن میں رہنے چاہئیں۔

(۱) اسلام زنا کی برائی ہر انسان کے ذہن میں بٹھاتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ اس عمل سے لوگوں کو پیشاب پاخانہ سے زیادہ گھن پیدا ہوجائے اس جرم پر آخرت میں سخت ترین عذاب اور دنیا میں سخت ترین سزا سناتا ہے تاکہ لوگ اس جرم کے قریب آنے کی ہمت نہ کریں، طبعی نفرت اور خدا کا خوف اس جرم سے روک دے۔

(۲) اسلام نکاح کی ترغیب دیتا ہے نکاح کو آسان اور سادہ بناتا ہے تاکہ انسان کی جنسی خواہش جائز طریقے پر پوری ہو اسی کے ساتھ ساتھ ان چیزوں پر پابندی عائد کرتا ہے جو جنسی جذبات میں ہیجان پیدا کرتی ہیں اور سماج کو زنا اور بدکاری کی طرف لے جاتی ہیں اسلام اجنبی مرد اور عورت کا بے محابا اختلاط پسند نہیں کرتا عریاں تصویروں اور نمائش حسن پر پابندی عائد کرتا ہے نگاہ اور دل کی عفت اور پاکیزگی کا حکم دیتا ہے غرض یہ کہ وہ پاکیزہ صاف ستھرا جنسی انحراف اور ہیجان انگیزیوں سے پاک سماج کی تشکیل کرنا چاہتا ہے تاکہ بدکاری اور زنا کے امکانات انتہائی محدود رہ جائیں۔

(۳) زنا کا عمل خصوصاً جب کہ مرد اور عورت دونوں کی رضامندی سے ہو حد درجہ تنہائی میں انتہائی راز داری کے ساتھ انجام پاتا ہے دوسروں کی نگاہ عام طور پر ایسے واقعات پر پڑتی ہی نہیں کہ وہ عدالت میں اس کے خلاف گواہی دیں نفس اور شیطان کے بہکاوے سے اگر کسی سے زنا کا گناہ ہوگیا اور کسی کی اس پر نگاہ پڑ گئی تو اسلام کی ہدایت ہے کہ دونوں اس گناہ کو پردہ راز میں رکھیں، زنا کا مجرم اللہ سے اپنے گناہ پر نادم ہو توبہ استغفار کرے آئندہ اس گناہ کے نہ کرنے کا عہد کرے اور دیکھنے والا شخص بھی پردہ داری سے کام لے معاملہ کو عدالت میں نہ لے جائے اس واقعہ کا لوگوں سے تذکرہ نہ کرے بلکہ مجرم کو سمجھا بجھا کر نصیحت کرکے چھوڑ دے اس طرح امید ہے کہ مجرم اس جرم کا اعادہ نہیں کرے گا اور لوگوں میں اس برائی کا چرچا نہیں ہوگا۔

(۴) عدالت میں زنا کا جرم ثابت کرنے کے لئے اسلام نے گواہی کا معیار سخت کر رکھا ہے عام طور پر دوسرے مقدمات میں دو عادل آدمیوں کی گواہی کافی سمجھی جاتی ہے لیکن زنا کا جرم ثابت ہونے کے لئے کم از کم چار عادل آدمیوں کی گواہی ضروری قرار دی گئی جنہوں نے اپنی آنکھوں سے جماع اور زنا کا عمل دیکھا ہو محض اتنا دیکھنا کافی نہیں ہے کہ

اجنبی مرد اور عورت بوس وکنار کررہے ہیں یا ایک ساتھ بے تکلفی سے لیٹے ہوئے ہیں ظاہر ہے کہ عمل زنا کے چار عینی گواہ اسی وقت فراہم ہوسکتے ہیں جب زنا کرنے والا شخص شرم وحیا کی تمام سرحدوں کو پھلانگ کر برسرعام پبلک جگہوں پر زنا کی واردات کرنے لگا ہو یا کسی مرد وعورت کے ناجائز تعلق کا شہرہ ہوچکا ہو اور لوگوں نے گھات لگا کر دونوں کو اس حال میں پکڑا ہو۔

ظاہر ہے کہ جس شخص کی ڈھٹائی اور بے حیائی اس درجہ کو پہنچ چکی ہے کہ وہ برسرعام جنسی خواہش پوری کرتا ہے جنسی خواہش پورا کرنے میں جانوروں کی طرح مقام اور جگہ کی تمیز نہیں کرتا وہ صرف انفرادی جرم نہیں کررہا ہے بلکہ پورے سماج کو بے حیائی اور اباحیت کے دلدل میں پھنسانا چاہتا ہے ایسے لوگوں کو جو بھی سزا دی جائے وہ کم ہے ایسے بدکار اور بے حیا لوگ انسانی سماج کا ناسور اور جسم انسانی کا سڑا ہوا عضو ہیں سماج کو تعفن سے بچانے کے لئے انہیں جسم سماج سے کاٹ کر الگ کردینا ضروری ہے۔

عدالت میں جرم زنا کا ثبوت کس قدر مشکل ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک واقعہ بھی ایسا پیش نہیں آیا کہ عدالت میں گواہوں کے ذریعہ جرم زنا کا ثبوت پیش ہوا ہو اور اس کی بنا پر زنا کی سزا جاری کی گئی ہو، زنا کی سزا جاری کرنے کے جو بھی واقعات عہد نبوی میں پیش آئے ان کی نوعیت یہ ہوئی کہ زنا کا ارتکاب کرنے والے مسلمان کو اپنے گناہ اور جرم کا شدید احساس ہوا، اس نے آخرت کی پکڑ سے بچنے کے لئے ایک ہی بار نہیں بلکہ چار بار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے جرم زنا کا اعتراف کیا اور اصرار کیا کہ اے اللہ کے رسول مجھ پر سزا جاری کرکے مجھے گناہ سے پاک فرما دیجئے اس کے اقرار اور اصرار کی بنا پر زنا کی سزا جاری کی گئی۔ اگر اقرار کی بنا پر کسی شخص کی زنا کی سزا جاری کرنے کا فیصلہ ہوا اور سزا جاری ہونے سے پہلے یا سزا جاری ہونے کے دوران اس شخص نے اپنے اقرار سے رجوع کرلیا یا بھاگنے لگا تو اسے چھوڑ دیا جائیگا اس پر سزا نافذ یا مکمل نہیں کی جائے گی۔

(۶) یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہئے کہ کسی کے خلاف زنا کا مقدمہ اسلامی عدالت میں لے جانا کوئی آسان کام نہیں اگر زنا پر چار عادل عینی گواہ پیش نہیں کئے جاسکے ان کی تعداد چار سے کم رہی تو زنا کا الزام عائد کرنے والے اور گواہی دینے والوں کو بطور سزا اسی اسی کوڑے لگائے جائیں گے، اسلام کے نزدیک انسان کی عزت اور نیک نامی اس کا عزیز ترین سرمایہ ہے اور کسی مرد یا عورت پر زنا کا الزام عائد کرنا بدترین گناہ ہے اس لئے اس پر سخت سزا مقرر کی گئی ہے تاکہ کوئی شخص دوسرے کی آبرو سے کھلواڑ کرنے کی ہمت نہ کرے، ۸۰ کوڑے لگانے کے علاوہ ایسے مجرم کو ایک اخلاقی اور سماجی سزا یہ دی جاتی ہے کہ عدالت اس کے بارے میں ہمیشہ کے لئے یہ فیصلہ کردیتی ہے کہ اس شخص کی گواہی کسی عدالت میں قبول نہیں کی جائے گی، بہتان تراشی کی اس سزا کو حد قذف کہا جاتا ہے، اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے :

والّذين يرمون المحصنات ثمّ لم يأتوا بأربعة شهدآء فاجلدوهم ثمانين جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة أبداً وأولئك هم الفسقون. (النور۔۴)

"اور جو لوگ تہمت لگائیں پاکدامن عورتوں کو اور پھر چار گواہ نہ لاسکیں تو انہیں اسی درّے لگاؤ اور کبھی ان کی کوئی گواہی نہ قبول کرو یہی لوگ تو فاسق ہیں۔" (تفسیر ماجدی مطبوعہ لاہور)

إنّ الّذين يرمون المحصنات الغافلات المؤمنات لعنوا في الدّنيا والآخرة ولهم عذاب عظيم (النور۔ ۲۳)

"جو لوگ تہمت لگاتے ہیں ان بیویوں کو جو پاکدامن ہیں بے خبر ہیں ایمان والیاں ہیں ان پر لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور ان کے لئے سخت عذاب رکھا ہوا ہے۔"

اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ جرائم کے سیلاب کو روکنے کے لئے تعزیراتی قوانین اور عدالتی نظام پر نظر ثانی کی جائے جرائم کی سزائیں سخت کی جائیں اور ان کے نفاذ کو یقینی بنایا جائے قوانین اور عدالتی نظام کے ان چور دروازوں کو بند کیا جائے جن سے جرائم کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔

☆ تعمیر حیات کے لکھنؤ کے ایک قاری جناب محمد فاضل کی ہمشیرہ کا لکھنؤ میں انتقال ہوگیا۔

☆ سوتی گنج موضع سیہا گاؤں ضلع گونڈہ کے جناب حاجی عبدالجلیل صاحب نے ۲۵ر رمضان المبارک کو داعی اجل کو لبیک کہا وہ ندوہ اور اس کے ذمہ داران سے دینی تعلق رکھتے تھے اور غریب پرور و مخیّر تھے۔

☆ دارالعلوم سے خصوصی تعلق رکھنے والے جناب بابو بھائی جوگیشوری کے والد محمد خاں رمضان المبارک میں انتقال فرما گئے۔

☆ بنجارہ کارپٹس کے مالک امام الدین صاحب کی اہلیہ رمضان المبارک میں انتقال فرما گئیں۔

قارئین کرام سے مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

افاداتِ شہباز اصلاحیؒ

دل کی تپش زندگی کو زندہ تر بناتی ہے

﴾بعض ذرائع سے مولانا شہباز اصلاحی مرحوم کے چند خطوط ہمیں دستیاب ہوئے ہیں جن کے کچھ حصے نذر قارئین کرتے ہوئے ہمیں مسرت ہو رہی ہے۔
پہلے خط میں مکتوب نگار نے مولانا مرحوم کے نام ایک خط میں کوئی ایسا شعر لکھ دیا تھا جس کا مفہوم یہ تھا کہ انسان کو جھیل کی طرح ٹھہرے رہنے کے بجائے دریا کی طرح رواں دواں ہونا چاہئے۔ اس کے جواب میں مولانا نے یہ تحریر سپرد قلم فرمائی تھی جس سے درس و تدریس سے ان کی وابستگی کے جذبہ کو بھی سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ اسی خط کے آخر میں مولانا مرحوم نے 'المرتضیٰ' سے متعلق بھی چند اعتراضات کا جواب تحریر فرمایا ہے۔ دوسرے خط میں ''قرآن پاک میں چڑیوں کا ذکر'' کے عنوان سے چند باتیں آگئی ہیں جن میں 'شہباز' کا تذکرہ بھی ہے۔﴿

(۱)

برادر عزیز!

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

پھر آپ نے جوابی لفافہ بھیج دیا، افسوس کہ میں اپنے احباب کے اندر اتنا اعتماد بھی نہ بحال کر سکا کہ ساتھ نئے پیسے خرچ کر کے جواب لکھوں گا۔ برادرم! جھیل اور دریا کی تمثیل سے دل میں طرح طرح کے خیال آنے لگے۔ یہ خیال بھی آیا کہ شاعر کو جھیل کے پانی کا ٹھہراؤ ہی نظر آیا۔ کیسی کوتاہ نظری ہے ہر دریا کسی نہ کسی جھیل ہی سے نکلا ہے۔ گنگا کیا ہے گنگوتری جھیل کا فیض دور تک پہونچانے کا ایک واسطہ۔ برہمپتر اور سندھ کس کو دور تک لے جاتی ہیں۔ مانسرور کے پانی ہی کو تو! آہ! دنیا میں گنگا، برہمپتر اور سندھ کی دھوم ہے لیکن گنگوتری اور مان سرور ہمالیہ کی بلندیوں میں روپوش ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے عورت کی عظمت کا راز فاش کرتے ہوئے کہا ہے

مکالمات فلاطوں نہ لکھ سکی لیکن
اسی کے شعلہ سے ٹوٹا شرار افلاطوں

محراب و منبر کے اینٹوں پر سب کی نگاہ پڑتی ہے لیکن
بنیاد کے اندر پوشیدہ پتھروں کو کوئی نہیں دیکھتا۔

> ہر دریا کسی نہ کسی جھیل ہی سے نکلا ہے۔ گنگا کیا ہے گنگوتری جھیل کا فیض دور تک پہونچانے کا ایک واسطہ۔ برہمپتر اور سندھ کس کو دور تک لے جاتی ہیں۔ مانسرور کے پانی ہی کو تو! آہ! دنیا میں گنگا برہمپتر اور سندھ کی دھوم ہے لیکن گنگوتری اور مان سرور ہمالیہ کی بلندیوں میں روپوش ہیں۔

زمزم ہی کو دیکھئے آپ کہتے ہیں ٹھہرا ہوا ہے وہ کہاں نہیں پہونچتا؟ دنیا کا سب سے بڑا دریا می سیسی پی ہے لیکن ایک براعظم کے اندر محدود ہے۔ زمزم کی کوئی حد نہیں، ایشیا، یورپ، افریقہ، امریکہ، آسٹریلیا تمام جگہوں تک پہونچتا ہے۔ ہر دریا صرف نشیب کی طرف جاتا ہے لیکن زمزم نشیب و فراز سے بے پروا ہر مقام پر پہونچتا ہے۔ ہر دریا کسی بڑے دریا یا سمندر میں جا کر اپنا وجود گم کر دیتا ہے لیکن زمزم کبھی اپنی خودی پر آنچ نہیں آنے دیتا، شاعر کی نگاہ، دوربیں ہوتی تو وہ ٹھہراؤ کی دوررسی کو دیکھ لیتا، شاعر کا کیا قصور! آج ساری دنیا دریاؤں کو دیکھتی ہے، جھیلوں کو اہل نظر ہی دیکھتے ہیں۔

برادرم! آپ کو زمزم اور جھیل کے ذکر سے اپنی محرومیاں یاد آگئیں۔ میں اسی ذکر سے آپ کو متوجہ کرتا ہوں کہ دریا نہ بن سکنے کا کیا غم، جھیل بن کر دریاؤں کو مالا مال کیجئے۔ کیا قلم و قرطاس ہی ایک ذریعہ ہے؟ کسی نے کہا تھا کہ۔

درکنز وہدایہ نتواں یافت خدارا
سیپارۂ دل بیں کہ کتابے بہ ازیں نیست

ترجمہ: کنز الدقائق اور ہدایہ میں خدا نہیں مل سکتا۔ دل کا سیپارہ دیکھو کہ اس سے اچھی کوئی کتاب نہیں۔ مولانا رومؒ نے فرمایا تھا۔

صد کتاب و صد ورق درنار کن
سینہ را از نور حق گلنار کن

ترجمہ: سیکڑوں کتابوں اور سیکڑوں اوراق کو آگ میں ڈالو، سینہ کو حق کے نور سے روشن کرو۔

علامہ اقبالؒ نے کرم کتابی اور پروانہ کا مکالمہ نظم کیا ہے

شنیدم شبے در کتب خانۂ ما
بہ پروانہ می گفت کرم کتابی
بہ اوراق سینا نشیمن گرفتم
بسے دیدہ ام نسخۂ فاریابی
نہ فہمیدہ ام حکمت زندگی را
ہماں تیرہ روزم زبے آفتابی
چہ خوش گفت پروانۂ نیم سوزے
کہ ایں نکتہ را در کتابے نہ یابی
تپش می کند زندہ تر زندگی را
تپش می دہد بال و پر زندگی را

ترجمہ: میں نے سنا کہ ایک رات ہمارے کتب خانہ میں کرم کتابی پروانہ سے کہہ رہا

تھا کہ میں نے بوعلی سینا کے اوراق میں نشیمن بنایا۔ فاریابی کے بہت سے نسخے چاٹ گیا لیکن زندگی کی حکمت اب تک نہیں سمجھ سکا۔ اب تک میرا دن بے آفتابی کی بنا پر تیرہ و تاریک ہے، ایک ادھ جلے پروانہ نے کیا عمدہ بات کہی کہ یہ نکتہ تم کسی کتاب میں نہ پاؤ گے، تپش زندگی کو زندہ تر بناتی ہے اور تپش زندگی کو بال و پر عطا کرتی ہے۔

برادرم! اللہ کا شکر ادا کیجئے کہ اس نے آپ کو دل کی تپش سے نوازا ہے ورنہ کتنے ہیں جو بقول کسے

وگرنہ پڑھنے کو سب خاص و عام پڑھتے ہیں
ہزاروں طوطے ہیں کلمہ کلام پڑھتے ہیں

کتاب خوانی کوئی بڑی چیز نہیں۔ علامہ اقبالؒ نے طالب علم کو خطاب کر کے کہا ہے

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں
تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تو
کتاب خواں ہے مگر صاحب کتاب نہیں

کون جانے اللہ تعالیٰ نے آپ کو کتاب سے فراغ بخش کر صاحب کتاب بنا دیا ہو۔

''المرتضیٰ''، کے تعلق سے یہ عرض کروں گا کہ اس کی تہ کو پہونچنا سطح بینوں کا کام نہیں۔ جو لوگ عام سیرتوں اور تاریخوں کے مطالعہ کے عادی ہیں انھیں حضرت مولانا علی میاں کی کتابوں میں لطف نہیں آئے گا۔ لوگوں نے سیرت کا مقصود سمجھنے میں سخت ٹھوکر کھائی ہے اور واقعات و حوادث کے تجزیہ میں بڑی کم فہمی کا ثبوت دیا ہے۔ مہاتما گاندھی نے ایک جگہ لکھا ہے کہ ایک شخص خاص طرح کے حالات میں ایک رویہ اختیار کرتا ہے۔ بعد کو کوئی تبصرہ نگار اس کے رویہ کے مناسب و نامناسب ہونے پر تبصرہ کرتا ہے حالانکہ وہ ان حالات کی سنگینی اور نزاکت کا پورا احاطہ نہیں کر سکتا، اس طرح ناکافی معلومات کی بنا پر کیا ہوا تبصرہ بالکل ناقص ہوتا ہے۔ حضرت مولانا، مشاجرات صحابہ کے بال سے باریک اور تلوار سے تیز پل صراط سے جس احتیاط اور مہارت کے ساتھ پار ہوئے ہیں وہ ان کی سلامتی طبع، پختگی فکر، مطالعہ کی گہرائی اور حسن انتخاب اور سب سے زیادہ تائید ربانی پر دلالت کرتا ہے۔ سارے صحابہ عادل ہیں اور سارے صحابہ نجوم ہدایت ہیں۔ حضرت مولانا نے 'المرتضیٰ' میں نہایت

> حضرت مولانا، مشاجرات صحابہ کے بال سے باریک اور تلوار سے تیز پل صراط سے جس احتیاط اور مہارت کے ساتھ پار ہوئے ہیں وہ ان کی سلامتی طبع، پختگی فکر، مطالعہ کی گہرائی اور حسن انتخاب اور سب سے زیادہ تائید ربانی پر دلالت کرتا ہے۔

خوبی کے ساتھ تاریخی شواہد سے ثابت کیا ہے کہ تمام خلفائے راشدینؓ نے اور حضرات حسنینؓ نے اور سارے صحابہ کرامؓ نے حسب موقع برمحل اور درست اقدام کئے۔ جو کچھ فرق نظر آتا ہے وہ احوال و ظروف کا فرق ہے، لوگوں کو نہیں معلوم کہ ایسے مواقع بھی آتے ہیں جہاں حالات کے تقاضے کے طور پر غلط فیصلہ کرنا ہی صحیح رویہ ہوتا ہے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے کہ دو آدمی میرے سامنے مقدمہ لاتے ہیں ایک زبان آور ہوتا ہے اپنا کیس اس صفائی سے رکھتا ہے کہ میں اس کے حق میں فیصلہ کر دیتا ہوں لیکن وہ فیصلہ حقیقت کے مطابق نہیں ہوتا فیصلہ کرنے والا اپنی معلومات اور اپنے احساسات و تاثرات کے مطابق دیانت داری کے ساتھ ایک فیصلہ کرتا ہے اور اس لحاظ سے وہ بالکل صحیح فیصلہ کرتا ہے لیکن حقیقت نفس الامری کے لحاظ سے وہ فیصلہ صحیح نہیں ہوتا۔ اس سے قاضی پر کوئی حرف نہیں آتا۔ جن حالات میں جو کام حضرت عثمانؓ نے کئے ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ بعینہ انھیں حالات میں حضرات شیخین وہی کام نہیں کرتے۔ حضرت حسنؓ نے جن حالات میں خلافت سے دست برداری اختیار کی، کیا وہی حالات و ظروف حضرت حسینؓ کے سامنے کربلا میں تھے؟ جب احوال و ظروف میں فرق تھا تو رویہ میں فرق کیوں نہ ہوتا، حضرت مولانا شاید تاریخ اسلامی کے پہلے مورخ ہیں جنھوں نے یہ نکتہ سمجھا ہے اور اسے نہایت وضاحت اور خوبی کے ساتھ پیش کیا ہے۔

---

(۲)

دوسرے خط میں آپ نے یہ پوچھا ہے کہ قرآن پاک میں کن کن چڑیوں کا ذکر ہے۔ عرض ہے کہ قرآن میں ہابیل قابیل کے واقعہ کے ضمن میں غراب (کوا) کا ذکر ہے۔ اور حضرت سلیمانؑ کے ذکر میں ہدہد کا ذکر ہے اس کے علاوہ بہت سی جگہوں پر مطلق چڑیوں کا ذکر ہے۔ شاہین کا ذکر قرآن پاک میں نہیں ہے۔ عربی شاعری میں عقاب وغیرہ کا ذکر آتا ہے۔ فارسی شاعری میں شہباز و شاہین کا ذکر زیادہ ہے۔ شہباز کا استعارہ اچھے حوصلہ مند مومن کے لئے بعض صوفیاء کے یہاں نظر سے گزرا ہے مشہور ہے کہ جب مخدوم الملک حضرت شرف الدین یحییٰ منیری ابتدا میں حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے یہاں حاضر ہوئے تو انھوں نے فرمایا ''شہباز بست ولے نصیب مانیست''۔۔۔ ہے تو شہباز لیکن میرے نصیب کا نہیں ہے۔ پتہ نہیں علامہ اقبال کا خیال ادھر کیوں کر گیا۔ ان کی اپنی ذہنی رسائی بھی ہو سکتی ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مغربی ادب میں کہیں سے اشارہ ملا ہو۔ جو بھی ہو اقبال نے اس کو وہ عظمت اور ندرت بخشی ہے کہ شاہین ان کا امتیاز ہو گیا ہے۔

یادِ رفتگاں

ہمارے حسنی صاحبؒ

(کچھ یادیں کچھ باتیں)

مولانا محمد برہان الدین سنبھلی

زائد از چالیس سالہ نہایت مخلصانہ وہمدردانہ رفاقت وروابط کی کہانی کا آخری باب بظاہر کل صبح ۹ بجے (۱۴ردسمبر ۲۰۰۲ء مطابق ۹رشوال ۱۴۲۳ھ شنبہ) اس وقت ختم یا بند ہوگیا جب محترم المقام مولانا ابوبکر حسنی رحمہ اللہ (جنہیں ہمارے سب اہل تعلق صرف ''حسنی صاحب'' کہتے تھے اور یہ گویا مرحوم کا علم بن گیا تھا، نہ کہ وصف یا نسبت) دنیائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف تقریباً ۹۰ سال کی عمر میں کوچ کر گئے (انا للہ وانا الیہ راجعون فان للہ ما أخذ ولہ ما أعطی ولکل عندہ أجل مسمی) اس مخلصانہ ربط وتعلق کی ابتدا کا ٹھیک زمانہ بتانا تو مشکل ہے لیکن اتنا خوب یاد آرہا ہے کہ ۱۹۶۰ء کے لگ بھگ دہلی کے بازار بلیماران کی ایک مسجد (جو املی والی مسجد کہلاتی ہے) کے امام مولانا قاری مسعود احمد صاحبؒ جواب مرحوم ہوچکے ہیں کے یہاں پہلی مرتبہ مرحوم سے رفیق گرامی مرتبت مولانا سید محمد واضح حسنی صاحب ندوی کے ساتھ جوان دنوں آل انڈیا ریڈیو اسٹیشن دہلی میں عربی کے اناؤنسر کی حیثیت سے مرحوم حسنی صاحب کے نہ صرف شریک کار تھے بلکہ شریک مکان بھی، یا بالفاظ صحیح۔ ہمدم ودمساز تھے۔ ملاقات ہوئی اور مرحوم کے ایک ہی جملہ نے بے تکلفی اور مخلصانہ روابط کی راہ ہموار کردی ہوا یہ کہ میرا تقرر بحیثیت مدرس عربی دہلی کے مشہور تعلیمی ادارہ مدرسہ عالیہ فتحپوری میں کچھ ہی مدت پہلے ہوا تھا (شوال ۱۳۷۸ھ مطابق مئی ۱۹۵۹ء) حسنی صاحب مرحوم نے اس تقرر پر تبصرہ کرتے ہوئے مجھ سے مخاطب ہوکر کہا ''آپ یا تو بہت قابل ہیں یا پھر.....(ایک خاص ضلع کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہا کہ ''وہاں'' کے ہیں، کیونکہ شہرت اس وقت صحیح یا غلط یہی تھی کہ بالعموم اسی ضلع کے لوگوں کا تقرر ہوتا ہے) میں نے جواباً کہا کہ ''میں وہاں کا تو نہیں ہوں'' شاید اس جواب نے مرحوم کے اندر موجود جذبۂ دینداری وعلم نوازی کو گویا مہمیز کردیا پھر تو نوبت یہاں تک پہونچی کہ روزانہ ہی ان سے ملاقات ہوتی جسکے لئے خود وہ زحمت فرما کر تقریباً ایک کیلو میٹر فاصلہ (بلکہ کچھ زیادہ مسافت) طے کرکے تشریف لاتے، قارئین کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ مرحوم کی یہ زحمت فرمائی صرف ملاقات کیلئے نہیں بلکہ اس درسِ قرآن میں شرکت کیلئے ہوتی جو راقم ہر صبح فجر کی نماز کے متصل بعد ایک بڑی مسجد میں دیتا (غالباً حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ اور ان کے عالی مقام فرزندوں کی برکت ومحنت کی بدولت ان کے ہی زمانہ سے دہلی میں یہ رواج چلا آرہا ہے کہ ہر بڑے مسلم محلہ کی کسی نہ کسی۔ بعض محلوں میں ایک سے زائد۔ مسجد میں عوامی درس قرآن ہوتا ہے) اسی میں شرکت کیلئے موصوف تشریف لاتے اور نہ صرف درس میں شریک ہوتے بلکہ فجر کی نماز بھی اسی مسجد میں ادا کرتے، اکثر جمعہ کی نماز بھی اسی مسجد میں راقم کی اقتدا میں ادا کرتے اور رمضان المبارک میں تراویح بھی موصوف کے اسی دینی ربط کی وجہ سے نہ صرف ان کے عزیز واقارب بلکہ دہلی تشریف لانے والے دارالعلوم ندوۃ العلماء کے تمام اصاغر واکابر سے ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوتا۔۔۔۔اور تو اور، مربی جلیل اور عالم کبیر مخدوم ومحترم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کو بھی زحمت دینے سے وہ نہ ہچکچائے چنانچہ آں مخدوم نے بھی ایک سے زائد بار اسی مسجد میں نماز جمعہ ادا فرمائی اور تراویح بھی (رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ کاملۃ) پھر یہی ربط حضرت مولانا کی احقر پر شفقتوں اور حسنِ ظن کا بھی سبب بنا جس کے نتیجے میں دارالعلوم ندوۃ العلماء آنے کی اس حقیر کو دعوت دی چنانچہ ۱۹۷۰ء مطابق ۱۳۹۰ھ میں احقر حضرتؒ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے حاضر ہوگیا۔ (تا ایں دم بحمد للہ یہیں دینی وعلمی خدمات انجام دے رہا ہے)

یہاں (دارالعلوم ندوۃ العلماء) آنے کے بعد۔ بُعد مکانی کے باوجود مرحوم حسنی صاحب سے ربط میں کمی تو کیا آتی افزونی ہی ہوئی کیونکہ ان کا بھی یہاں اکثر تشریف لانا ہوتا کبھی عزیز واقارب سے ملنے اور تقریبات میں شریک ہونے کی غرض سے، کبھی ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامیہ ومجلس نظامت کا رکن ہونے کی حیثیت سے۔ اِدھر راقم کا بھی مختلف محرکات سے بالخصوص مسلم پرسنل لاء کے رکن ہونے کی وجہ سے بار بار دہلی جانا ہوتا رہا بایں وجوہ دہلی سے لکھنؤ آجانے کے بعد بھی، کچھ وقفوں کے ساتھ سہی، ملاقاتوں کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا نتیجۃً ربط وتعلق نہ صرف باقی رہا بلکہ اس میں غالباً ایک گونہ ترقی ہی ہوئی کہ ایک طرح سے حسنی خاندان کا فرد ہونے کی حیثیت حاصل ہوگئی کہ منشط ومکرہ ہر حال میں غمی وخوشی شرکت کی توفیق ملی۔

مرحوم حسنی صاحب کی خوبیاں اتنی تھیں کہ ان کا احاطہ کرنا مشکل ہے اور اس کا بیان تو اور بھی زیادہ دشوار، اس وقت چند خوبیوں کا ذکر کرنے پر اکتفا کرنے کا ارادہ ہے۔

سب سے پہلی اور اہم قابل ذکر بات۔ راقم کی نظر میں۔ یہ ہے کہ موصوف نے اس زمانہ میں انگریزی اور عربی دونوں زبانوں میں نہ صرف مہارت حاصل کی بلکہ اعلیٰ ڈگریاں (ایم اے کی) حاصل کیں جبکہ ان دنوں کے جامع ہندوستان میں ایسے افراد خال خال ہی۔ انگلیوں پر گنے جانے کے لائق۔ نظر آتے تھے اس امتیاز کی بنا پر انہیں بڑے سے بڑا دنیاوی منصب اور اعلیٰ درجہ کی سرکاری ملازمت حاصل ہوسکتی تھی مگر مرحوم نے غالباً ازراہ دینداری اور خاندانی روایات ووقار کی پاسداری میں درس وتدریس (خواہ کالج میں سہی) میں لگنے کو ترجیح دی، اگرچہ درمیانی وقفہ میں انہوں نے آل انڈیا ریڈیو کے شعبۂ عربی کا اناؤنسر اور ایک مختصر مدت کیلئے اس شعبہ کا سپروائزر (صدر) بننا گوارا کیا مگر اول وآخر درس وتدریس میں ہی لگے رہے اناؤنسری سے پیچھا چھڑا کر دہلی کی مشہور نہرو یونیورسٹی (J.N.U.) میں مددگار پروفیسر (ریڈر) کی حیثیت سے تقریباً دس سال گزارے اور آخری دور میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کی ایک اہم اور سب سے بڑی شاخ فلاح المسلمین (امین نگر، تیندوا ضلع رائے بریلی) میں درس وتدریس کا مشغلہ اختیار کیا موصوف تفہیم وتدریس کی خداداد صلاحیت کی بنا پر جلد ہی طلبہ میں مقبولیت حاصل کرلیتے کہ ان سے استفادہ کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد بھی طلبہ ان سے ربط رکھتے۔ نماز باجماعت کے ایسے پابند کہ جب تک پوری طرح معذوری نہیں ہوگئی برابر مسجد میں ہی نماز باجماعت ادا کی (اتفاق سے ان کی دہلی قیام گاہ کے برابر بھی مسجد ہے اور قدیم قیام گاہ لکھنؤ وتکیہ میں بھی یہی صورت حال ہے) ان کے جذبۂ طلب علم کا کچھ اندازہ اس واقعہ سے کرلینا مشکل نہیں جو پہلے ذکر ہوا (درس قرآن میں شرکت کیلئے روزانہ فجر کی نماز ایک کیلومیٹر دور جاکر تقریباً آٹھ نو سال تک پڑھتے رہنے کا)

دہلی جیسے بڑے اور کثیر المقاصد شہر میں عموماً مہمانوں کی آمد ورفت بہت رہتی ہے چنانچہ موصوف کے یہاں مختلف ومتنوع تعلقات کی بنا پر بکثرت مہمان آتے اور آپ کا مکان گویا ''مستقل مہمان خانہ'' بنا رہتا مگر کیا مجال کہ مہمان کی آمد پر جبیں پر شکن آجائے اس پر مستزاد یہ کہ مہمانوں کی تمام خدمات اکثر خود ہی انجام دیتے (بازار سے ضروریات فراہم کرنے سے لے کر گھر سے باہر مہمان کیلئے کھانا لانے اور لگانے تک) یہ سب کام نہایت خندہ پیشانی سے انجام دیتے دوسرے ہاتھ بٹانا بھی چاہتے تو ''کام پسند نہ آنے'' کے بہانے بہت کم کسی اور کو اس کا موقع دیتے جس زمانہ میں مخدوم ومحترم حضرت مولانا سید ابوالحسن علیؒ کا ان کے دولت کدہ پر قیام ہوتا تو مرحوم حسنی صاحب کا نشاط اور مہمان نوازی میں لطف آنے کی کیفیت دیکھنے کے لائق ہوتے (شاید ۱۹۹۰ء تک حضرت مولاناؒ کا اکثر دہلی میں قیام مرحوم کی قیام گاہ فراشخانہ میں رہتا اور حضرت مولاناؒ کے قیام کی وجہ سے بلا مبالغہ گھر وسیع مہمان خانہ بن جاتا) راقم سے تعلق کا مبنیٰ دینی وعلمی ہونے کا تذکرہ تو اوپر آہی گیا ہے اس کے علاوہ بھی اسی جذبہ نے موصوف کو بہت سے اہل علم ودین سے روابط رکھنے پر آمادہ کیا دہلی قیام کے زمانہ میں مرکز نظام الدین اکثر تشریف لے جاتے وہ زمانہ حضرت مولانا محمد یوسفؒ کا تھا (وہی حضرت جی کہلاتے تھے) ان کی وفات کے بعد حضرت مولانا انعام الحسنؒ صاحب حضرت جی بنے۔ ان سے بھی ایسا ہی ربط وتعلق رہا۔ بھی حضرات حسنی صاحبؒ کے ذاتی اوصاف کے علاوہ ان کی خاندانی نسبت حضرت سید احمد شہیدؒ کے خانوادہ کا فرد ہونے کا بڑا لحاظ فرماتے اور توقیر کرتے مگر مرحوم کی تواضع وانکساری نہ صرف دیدنی بلکہ سبق آموز ہوتی۔ موصوف کا ایک خاص وصف صاف گوئی وصاف دلی تھا خوشی وناخوشی اسی طرح پسندیدگی وناپسندیدگی کا اظہار صاف طور پر کردیتے تھے۔

دین داری کے جذبہ سے ہی موصوف نے اپنی اکلوتی صاحبزادی کیلئے ایک عالم کا رشتہ پسند کیا، جو ندوی ہیں اور بھانجے بھی ہیں، میری مراد عزیز گرامی قدر مولوی سید خالد حسنی سے ہے جو ماشاء اللہ بڑے سعادتمند اور دیندار وہونہار ہیں اُس وقت غالباً وہ کوئی قابل ذکر ذریعہ معاش بھی نہیں رکھتے تھے (بعد میں اللہ تعالیٰ نے مرحوم کی حسنِ نیت اور اخلاص کی برکت سے بہت اچھی ملازمت سعودی سفارت خانہ ہند میں دلوادی) حالانکہ حسنی مرحوم چاہتے تو کسی بڑی تنخواہ والے دنیادار سے رشتہ ہوسکتا تھا بہت معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ حسنی صاحب مرحوم اپنے والد صاحب کے بڑے ہی اطاعت شعار اور سعادتمند وفرماں بردار رہے۔ والد ماجد کی حیات میں اپنے آپ کو پوری طرح ان کا پابند بنائے رکھا ان ہی کے ارشاد پر حضرت شیخ

الاسلام استاذنا مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی (جو اُن کے والد صاحب کے بھی شیخ و مرشد تھے) اور اکثر ان کے ساتھ ہی مرشد کی خدمت میں حاضری دیتے اور کبھی کبھی طویل قیام فرماتے شیخ کے انتقال کے بعد ان کے عالی مرتبت فرزندوں سے بھی تعلق رکھا وہ حضرات بھی حسنی صاحب مرحوم کی قدر افزائی فرماتے۔

غرضیکہ حسنی صاحب مرحوم گویا سراپا حسن تھے آخری دو سال شدید بیماریوں، تکلیفوں اور معذوریوں کے ساتھ گذارے اللہ تعالیٰ ان کی تکلیفوں کو کفارۂ سیئات اور رفع درجات کا سبب بنائے ورنہ اس سے قبل مرحوم بہت پھرتیلے اور چاق و چوبند تھے ہم عمروں میں سب سے نشیط، باوجود دراز قامت ہونے کے اور چست لگتے تھے بلکہ بعض مرتبہ جوانوں سے زیادہ پھرتیلے معلوم ہوتے مگر جو یہاں آیا ہے اسے جانا ہی ہے، چنانچہ مرحوم بھی گئے سدا نام رب اللہ کا۔ اللہ تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا کرے ان کے تمام پسماندگان اور اہل خاندان بالخصوص دل شکستہ و غمزدہ صاحبزادی کو، جو حال ہی میں والدہ کی جدائی کا بھی صدمہ اٹھا چکی ہیں، صبر جمیل عطا کرے راقم ان تمام ہی کی خدمات میں تعزیت پیش کرتا ہے اگرچہ خود کو بھی انہیں کی طرح مستحق تعزیت خیال کرتا ہے۔

آسماں اس کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

اللهم اغفرله وارحمه وأكرم نزله
وأسبغ عليه شآبيب رحمتك

☆☆☆☆☆

ڈاکٹر مصطفیٰ مشہورؒ

مولانا محمود حسن حسنی

۸؍رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۴؍نومبر ۲۰۰۲ء کو الاخوان المسلمون کے پانچویں مرشد عام ڈاکٹر مصطفیٰ مشہور بھی داعی اجل کو لبیک کہہ گئے اللهم اغفر له وارحمه واكرم نزله واسبغ عليه شآبيب رحمتك. انتقال کے وقت ان کی عمر تقریباً ۸۳ برس تھی۔

ڈاکٹر مصطفیٰ مشہورؒ ۱۹۱۹ء میں منیا القمح السعدین (مشرقی مصر) میں پیدا ہوئے تھے۔ وہ قاہرہ یونیورسٹی کے کالج کے تعلیم یافتہ تھے۔ فلکیات اور رصد کاری میں گریجویشن کیا تھا شعبۂ فلکیات میں ملازمت سے بھی وابستہ رہے۔

حسن البناء شہید سے ان کو والہانہ لگاؤ تھا نوعمری سے ہی تحریک سے ان کا تعلق قائم ہو گیا تھا۔ ۱۹۳۲ء سے وہ دعوتی و تحریکی سرگرمیوں کے لئے یکسو ہو گئے۔

تنظیمی ڈھانچہ کو استحکام بخشنے میں ڈاکٹر مصطفیٰ مشہور کی لگن اور حسن تدبیر کو بڑا دخل رہا ہے تحریک سے وابستگی نے دنیا نے انہیں ایک داعی کی حیثیت سے جانا، تحریر و تقریر دونوں سے انہیں مناسبت تھی چنانچہ دعوت و فکر اسلامی سے متعلق انکی زندہ اور فکر انگیز تحریریں ان کی یاد دلاتی رہیں گی، ان کی تصنیفات کی تعداد ۱۵ ہے اس کے علاوہ سیکڑوں مقالات ان کے قلم سے نکلے ان کی زندگی کے بیس برس جو جیل میں گزرے جہاں انہیں سخت اذیتوں سے گزرنا پڑا۔ لیکن ان کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی۔ شیخ محمد حامد ابوالنصر مرحوم کے انتقال کے بعد ۲؍جنوری ۱۹۹۶ء کو ڈاکٹر مصطفیٰ مشہور مرشد عام منتخب ہوئے۔ دعوت و تنظیم اور تربیت ان کے میدان کار رہے۔ ان کی نگاہ عالم اسلام اور اس کے مسائل پر تھی چنانچہ ان کا تخاطب امت اسلامیہ سے رہا، "الدعوہ" اور "رسالۃ الاخوان" کے توسط سے ملت تک ان کا پیغام پہونچتا رہا۔

مرحوم کے پس ماندگان میں ایک بیٹا اور تین بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جوار رحمت میں جگہ دے، ان کی حسنات کو قبول فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔

ایک اہم بنیادی ضرورت

اس ایمان سوز دور میں معصوم بچوں کے ذہنوں کو کفر و شرک کے زہریلے اثرات سے کیسے محفوظ رکھا جائے اور ان کے دل و دماغ میں ایمان کی تخم ریزی کیسے کی جائے تاکہ وہ بچے مستقبل میں ایک سچے اور پکے مومن کی حیثیت سے زندگی گزار سکیں۔ اس کے لئے آپ مکتبہ دین و دانش مکارم نگر لکھنؤ سے فوراً رابطہ قائم کیجئے۔ مکتبہ نے چھوٹے بچوں کے لئے بہت ہی دلنشیں اور آسان زبان میں یہ کورس تیار کیا ہے جو ہزاروں مدرسوں میں آزمایا جا چکا ہے۔

مکمل سیٹ سو روپے ڈاک خرچ مزید ۳۰ روپے تاجروں کے لئے خصوصی رعایت (بعد کمیشن) پانچ ہزار کی نقد خریداری پر ۴۰ فیصد رعایت۔ پیشگی رقم بذریعہ بینک ڈرافٹ "Maktaba Deen-Wa-Danish" کے نام روانہ کیجئے۔

مکتبہ دین و دانش مکارم نگر لکھنؤ

فون: 0522-327970 موبائل: 9415005204

عہد پیری میں شباب کی یادیں

ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی ندوی۔ ابوظبی

اس بات کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ فاضل مضمون نگار نے درج ذیل تحریر ۱۰؍اکتوبر ۲۰۰۲ء کے "تعمیر حیات" کو سامنے رکھ کر سپرد قلم کی ہے۔ قارئین کے علم میں ہے کہ ۱۹۶۳ء میں "تعمیر حیات" کا اجراء عمل میں آیا تھا، موصوف ان دنوں ندوہ میں زیر تعلیم تھے چنانچہ ان کی آنکھوں نے مولانا محمد میاں مرحوم اور اس پرچہ کا دورِ آغاز دیکھا ہے۔ ۱۰؍اکتوبر ۲۰۰۲ء کے تعمیر حیات کو دیکھ کر ان کے داغ کہن تازہ ہو گئے اور نتیجہ میں وہ اپنے جذبات کو سپرد قلم کئے بغیر نہ رہ سکے، درج ذیل مکتوب میں محض ماضی کی یادیں ہی شامل نہیں ہیں بلکہ موجودہ صورت حال کی عکاسی اور مستقبل کے اندیشوں کا تذکرہ بھی ہے اس لئے اسے نذر قارئین کیا جا رہا ہے۔

"قند مکرر" کے تحت تعمیر حیات کے شمارۂ آغاز کا ایک اقتباس "تجدید عہد" کے عنوان سے پڑھ کر چالیس سال پہلے کی کتنی کھٹی میٹھی یادیں ذہن کے دریچوں کو روشن کر گئیں۔ اللہ اللہ! چالیس سال کا طویل عرصہ کس طرح دبے پاؤں گزر گیا، لگتا ہے ابھی کل ہی کی بات ہے قرآنی تعبیر لبثت یوما او بعض یوم" کی عملی تفسیر۔ راقم سطور کی ستاون سالہ زندگی کے حاصل عمر لمحات کی ایک دستاویزی فلم پردۂ دماغ پر متحرک ہو گئی، اور ندوہ میں اپنے آٹھ سالہ دور طالب علمی (۵۸ء تا ۶۵ء) کے انمول اوراق چند لمحوں میں نگاہوں کے سامنے الٹتے چلے گئے۔ دل میں مادر علمی اور لائق صد احترام اساتذہ کے تئیں عقیدت و محبت کا ایک سیلاب امڈ آیا۔

داتا رکھے آباداں ساقی تری محفل کو

"تجدید عہد" کا دستاویزی اقتباس پڑھ کر چالیس سال پہلے "تعمیر حیات" کے اجراء کے تمام وقائع تازہ ہو کر رہ گئے۔ عاجز ۹؍نومبر ۱۹۶۳ء کی اس برفیلی شب کو کیسے بھول سکتا ہے جب ہم پانچ خمس طلبہ مرحوم یونس نگرامی کی قیادت میں ایک جیپ میں سوار لکھنؤ کے در و دیوار پر "تعمیر حیات" کے پوسٹر چسپاں کرتے پھر رہے تھے۔ ۱۰؍نومبر ۶۳ء کی صبح کو "تعمیر حیات" کا پہلا شمارہ بڑی آب و تاب کے ساتھ منصۂ شہود پر آیا۔ راقم سطور کو بخوبی یاد ہے کہ ہم لوگ بک بائنڈر کی دکان واقع باغ گونگے نواب (امین آباد) پر ایک بجے رات تک بیٹھ کر پرچے تیار کرا کے ندوہ لائے تھے۔ اور علی الصباح احاطۂ دار العلوم میں ہر طرف مسرت و شادمانی کے مناظر تھے۔

عین ان ہی تاریخوں میں ندوہ کے وسیع گراؤنڈ پر تبلیغی جماعت کا عالمی اجتماع منعقد تھا اور وہاں دعوت و تبلیغ سے وابستہ انسانوں کا ایک سمندر موجزن تھا، مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ پوری قوت سے دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی کے اسرار و انکشاف فرما رہے تھے۔ وسیع و عریض احاطۂ دار العلوم کی پوری فضا روحانیت اور وعظ و ارشاد کی مہک سے معمور تھی۔ بات سے بات نکل آتی ہے، اہل نظر واقف ہیں کہ حضرت جی مرحوم کے تبلیغی بیان میں درد و تاثیر کی کیسی بجلیاں پنہاں ہوا کرتی تھیں۔ ان کے سوز دروں اور بے پناہ اخلاص سے جنت و دوزخ کے جاندار نقشے نظروں کے سامنے متحرک دکھائی دیتے تھے۔

بہر حال اسی مذکورۃ الصدر تبلیغی اجتماع کے موقع پر عمارت دار العلوم کے جنوبی میدان میں (جس کا بیشتر حصہ اب سیلاب حفاظتی اسکیم کی نظر ہو چکا ہے) "تعمیر حیات" کا بھی اسٹال قائم کیا گیا تھا۔ راقم وہاں سے ایک مخصوص کیمپ میں پرچے لے کر اجتماع گاہ جاتا اور گھوم گھوم کر تبلیغی بھائیوں میں چار آنے فی شمارہ کے حساب سے فروخت کرتا تھا۔ آج عہد پیری میں یہ عاجز اس وقت کے جوش و خروش اور قلب و دماغ کو حاصل ہونے والے کیف و سرور کو احاطۂ تحریر میں لانے سے قاصر ہے، اسی دوران جب میں فروخت شدہ پرچوں کی رقم جمع کر کے نئی کھیپ لینے اسٹال پر واپس آتا تو گاہے مولانا محمد میاں مرحوم و مغفور کا سامنا ہو جاتا، روشن چہرہ، موہنی صورت، چشمہ کے پیچھے ذہین آنکھوں کی چمک اور پیشانی پر خاندانی نجابت کی دمک، سیاہ شیروانی میں ملبوس، بغل میں اپنا وزنی ہینڈ بیگ دبائے ایسا پرکشش سراپا کہ مسلسل دیکھتے رہنے کو دل چاہے۔ وہ اسٹال پر عاجز کو بار بار آتے جاتے دیکھتے تو غیر معمولی تحسین پر حوصلہ افزائی فرماتے۔ آہ! آج کی نسل مولانا محمد الحسنی مرحوم کی مجمع صفات و کمالات شخصیت کا صحیح اندازہ کیسے کر سکتی ہے واقعہ یہ ہے کہ لیل و نہار کی طویل ترین گردشوں کے بعد ذہانت و طباعی کے ایسے نادر شاہکار وجود میں آتے ہیں۔

راقم سطور اپنی اس سعادت پر مفتخر ہے کہ اس نے محمد میاں مرحوم کو بہت قریب سے دیکھا اور سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ میرے استاذ و مربی خاص مولانا سعید الرحمٰن الاعظمی ندوی صاحب مدظلہ نے ازراہ لطف و کرم مجھے دوران طالب علمی 'البعث الاسلامی' کے دفتر میں جزوقتی خدمت کا موقع عنایت فرمایا تھا۔ مولانا محمد میاں مرحوم "تعمیر

حیاتؔ کی طرح البعث کے بھی بانی مدیر تھے۔ اس مناسبت سے اکثر دفتر میں مرحوم کے ساتھ یکجائی کے مواقع حاصل ہوتے تھے۔ بلاشبہ ان کی پیکر

> آہ! آج کی نسل مولانا محمد الحسنی مرحوم کی معجز صفات و کمالات شخصیت کا صحیح اندازہ کیسے کرسکتی ہے واقعہ یہ ہے کہ لیل ونہار کی طویل ترین گردشوں کے بعد ذہانت وطباعی کے ایسے نادر شاہکار وجود میں آتے ہیں۔

جمال وکمال شخصیت میں ایک مقناطیسی کشش تھی جس کے باعث یہ تہی مایہ ہمیشہ ان سے خصوصی انسیت اور قلبی تعلق محسوس کرتا تھا۔

مرے دل وارفتۂ حیرت کو ہے اب تک
اس نازش صد ناز کی ایک ایک ادا یاد

اگر مرحوم کی شخصیت کا فنی تجزیہ کیا جائے تو بلاشبہ اخلاص وللّٰہیت، تواضع، سادگی، نفاست و نستعلیقیت، ورع وتقویٰ، حق گوئی وبے باکی، تحمس، دینی وملی حمیت، جہد مسلسل اور عمل پیہم اس کے روشن عنوانات ہوں گے۔

واقعہ یہ ہے کہ ''تعمیر حیات'' نے دعوت و تبلیغ، تعمیر واصلاح معاشرہ اور اسلامی ذہن سازی کے میدان میں بڑی جاوداں خدمات انجام دی ہیں۔ ''ندوی الفکر اور ندوی القلم حضرات'' سے آپ نے قلمی تعاون کی جو مؤثر اپیل کی ہے وہ یقیناً برمحل اور قابل توجہ ہے۔ لیکن اس خصوص میں ہم تمام فرزندان ندوہ کے فرائض اس سے بھی وراء بہت زیادہ ہیں، آپ ہی کے الفاظ میں ''تعمیر گلستاں کی خاطر جس کے بس جو کچھ ہو وہ اس کے کرنے میں دریغ نہ کرے۔''

''محاسن اسلام'' کے تحت استاذ مخدوم مولانا سعید الرحمن صاحب مدظلہ کے دونوں مضمون بہت خوب ہیں۔ بلاشبہ اس وقت اسلامیان عالم عہد رسالت کے بعد اپنی تاریخ کی سب سے بڑی آزمائش سے گزر رہے ہیں۔ آپ کا خیال بالکل درست ہے کہ ایک منظم ومدبر سازش کے تحت آج مغربی وسائل ابلاغ اسلام کی ایک مسخ (Distorted) تصویر پیش کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ ذرا بھی دل تھام کر امریکی ٹی وی چینلز FOX, ABC, NBC اور CNN کا مشاہدہ کریں تو معلوم ہوگا کہ اسلام وپیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیسی کیسی ہرزہ سرائیاں، لاف زنیاں، اور من گھڑت وبے اصل اور اشتعال انگیز داستانیں نشر کی جارہی ہیں۔ خاص طور پر Fox News چینل کی نشریات کو نقل کرنے سے تجدید ایمان کی ضرورت پیش آجاتی ہے۔

یہاں صدمہ کی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے کسی منظم فورم اور طاقتور میڈیا کے فقدان کے باعث ان زہرناکیوں کا توڑ نہیں ہو پا رہا ہے۔ اسلامی تنظیم کانفرنس (OIC)، خلیجی تعاون کونسل (GCC) اور عرب لیگ (AL) کی کارگزاریوں اور حقائق پر اگر عاجز روشنی ڈالنے پر آئیگا تو بات طویل ہوتی جائیگی۔ اسلئے آج اس حقیقت کی تبلیغ واشاعت کی بیش از بیش اشد ضرورت ہے کہ تمام ادیان عالم میں اسلام دہشت گردی کا ازلی دشمن ہے اسلام چودہ سو تیئس سال قبل ہی ابریاء کے قتل کو پوری نوع انسانیت کے قتل کے مرادف قرار دے چکا ہے۔ (من قتل نفساً بغير نفس أو فساد في الأرض فكأنما قتل الناس جميعاً) اسلام وہ واحد مذہب ہے جس نے زمین میں فتنہ وفساد اور قتل وغارتگری برپا کرنے والوں کیلئے نہایت عبرت ناک سزائیں مقرر کی ہیں۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

کا سفرنامۂ حج

ذوق وشوق میں ڈوبا ہوا

''اپنے گھر سے بیت اللہ تک''

یہ سفرنامہ صرف روداد سفر نہیں بلکہ حج کے سلسلہ کی ساری معلومات اس میں آگئی ہیں اور قدم قدم پر ایسی رہنمائی ملتی ہے جس کے سہارے حاجی اپنا سفر طے کرتا چلا جاتا ہے۔

اسی کے ساتھ

حج کے چند مشاہدات واحساسات۔ حج کے سلسلہ میں شریعت کے حکیمانہ انتظامات کے عنوان سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مضامین بھی شامل ہیں۔

مزید یہ کہ اس میں

مولانا سید محمد رابع حسنی ناظم ندوۃ العلماء کا مکمل مضمون ''حج کے اقسام طریقے اور آداب'' بھی شامل ہے جس کے پڑھنے کے بعد حاجی کو دوسری کتابوں کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

آخر میں

مولانا سید محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ کی نظمیں اور گلدستہ حمد وسلام اور مناجات شامل کتاب ہے۔

قیمت ۔/۲۵ روپئے۔ خوبصورت کتابت وطباعت

مولانا محمد ثانی حسنیؒ کا حج نامہ

لبیک اللھم لبیک

قیمت ۔/۳۰ روپئے

(محصول ڈاک علاوہ)

ناشر

مکتبہ اسلام ۲/۵۴ے ا۔ محمد علی لین، گوئن روڈ لکھنؤ

سوال وجواب

حج کے فرائض، واجبات اور جنایات

س:۔ حج کے فرائض کتنے ہیں، اور کون کون سے؟

ج:۔ حج کے اصل فرائض تین ہیں (۱) احرام یعنی دل سے حج کی نیت کرنا اور تلبیہ یعنی لبیک کہنا۔ (۲) وقوف عرفات یعنی ۹ ذی الحجہ کو زوال آفتاب کے وقت سے دس ذی الحجہ کی صبح صادق تک عرفات میں کسی وقت ٹھہرنا اگرچہ ایک لحظہ ہی کیوں نہ ہو۔ (۳) طواف زیارت جو دسویں ذی الحجہ کی صبح سے لیکر بارہویں ذی الحجہ تک سر کے بال منڈوانے یا کتروانے کے بعد کیا جاتا ہے، ان تینوں فرضوں میں سے اگر کوئی چیز چھوٹ جائیگی تو حج صحیح نہ ہوگا اور اسکی تلافی دم یعنی قربانی وغیرہ سے بھی نہیں ہوسکتی۔

س:۔ ارکان حج کتنے ہیں؟

ج:۔ حج کے دو رکن ہیں ۱: طواف زیارت، ۲: وقوف عرفہ، اور ان دونوں میں زیادہ اہم اور اقوی وقوف عرفہ ہے۔ (معلم الحجاج ۹۰)

س:۔ واجبات حج کتنے ہیں اور کون کون سے؟

ج:۔ حج کے واجبات چھ ہیں (۱) مزدلفہ میں وقوف کے وقت ٹھہرنا (۲) صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا (۳) رمی جمار یعنی کنکریاں مارنا (۴) قارن اور متمتع کا قربانی کرنا (۵) حلق یعنی سر کے بال منڈوانا یا تقصیر یعنی کتروانا (۶) آفاقی یعنی میقات سے باہر رہنے والے کو طواف وداع کرنا۔

تنبیہ:۔ بعض کتابوں میں واجبات حج ۳۵ تک شمار کئے ہیں وہ حقیقت میں بلاواسطہ حج کے واجبات نہیں ہیں بلکہ حج کے افعال کے واجبات ہیں مثلاً بعض احرام کے ہیں بعض طواف کے ہیں، اور ان میں واجبات حج اور شرائط حج کے واجبات کو بھی شمار کرلیا ہے، حج کے واجبات بلاواسطہ صرف چھ ہیں۔

مسئلہ:۔ واجبات کا حکم یہ ہے کہ اگر ان میں سے کوئی واجب چھوٹ جائے گا تو حج ہوجائیگا خواہ وہ قصداً چھوڑا ہو یا بھول کر، لیکن اسکی جزاء لازم ہوگی خواہ قربانی یا صدقہ جیسا کہ جنایات کے بیان میں اس کی تفصیل مل سکتی ہے۔

س:۔ عمرہ کے افعال کون سے ہیں؟

ج:۔ (۱) احرام عمرہ (شرط) (۲) طواف مع رمل (رکن) (۳) سعی (واجب) (۴) سر منڈانا یا کتروانا (واجب) نوٹ: رمل سنت ہے۔

س:۔ حج افراد کے افعال کون سے ہیں؟

ج:۔ (۱) احرام (شرط) (۲) طواف قدوم (سنت) (۳) وقوف عرفہ (رکن) (۴) وقوف مزدلفہ (واجب) (۵) رمی جمرۂ عقبہ (واجب) (۶) قربانی (اختیاری) (۷) سر منڈانا (واجب) (۸) طواف زیارت (رکن) (۹) سعی (واجب) (۱۰) رمی جمار (واجب) (۱۱) طواف وداع (واجب)۔

س:۔ حج قران کے افعال کون سے ہیں؟

ج:۔ (۱) احرام حج وعمرہ (شرط) (۲) طواف عمرہ مع رمل (رکن) (۳) سعی عمرہ (واجب) (۴) طواف قدوم مع رمل (سنت) (۵) سعی (واجب) (۶) وقوف عرفہ (رکن) (۷) وقوف مزدلفہ (واجب) (۸) رمی جمرۂ عقبہ (واجب) (۹) قربانی (واجب) (۱۰) سر منڈانا (واجب) (۱۱) طواف زیارت (رکن) (۱۲) رمی جمار (واجب) (۱۳) طواف وداع (واجب)

س:۔ حج تمتع کے افعال کون سے ہیں؟

ج:۔ (۱) احرام عمرہ (شرط) (۲) طواف عمرہ مع رمل (رکن) (۳) سعی عمرہ (واجب) (۴) سر منڈانا (واجب) (۵) آٹھویں ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھنا (شرط) (۶) وقوف عرفہ (رکن) (۷) وقوف مزدلفہ (واجب) (۸) رمی جمرۂ عقبہ (واجب) (۹) قربانی (واجب) (۱۰) سر منڈانا (واجب) (۱۱) طواف زیارت (رکن) (۱۲) سعی (واجب) (۱۳) رمی جمار (واجب) (۱۴) طواف وداع (واجب)

(معلم الحجاج/۲۱۵۔۲۱۶)

س:۔ جنایت کسے کہتے ہیں؟

ج:۔ جنایت لغت میں تقصیر اور خطاء کو کہتے ہیں اور حج کے بیان میں ہر اس فعل کا ارتکاب جنایت ہے جسکا کرنا احرام یا حرم کی وجہ سے ممنوع ہو۔

س:۔ احرام کی جنایات کتنی ہیں اور کون کون سی؟

ج:۔ احرام کی جنایات آٹھ ہیں (۱) خوشبو استعمال کرنا۔ (۲) سلا ہوا کپڑا پہننا۔ (۳) سر اور چہرہ ڈھانکنا۔ (۴) بال دور کرنا (جوئیں مارنا)۔ (۵) ناخن کاٹنا۔ (۶) جماع کرنا۔ (۷) واجبات حج سے کسی واجب کو ترک کرنا۔ (۸) خشکی کے جانور کا شکار کرنا۔ (معلم الحجاج)

تعارف وتبصرہ

کتابوں کی دنیا

محمد عبدالرشید ندوی

نام شعری مجموعہ : الف میم

نام شاعر : رباب رشیدی

قیمت : ۱۵۰ روپے

ضخامت : ۱۶۹ صفحات

ملنے کا پتہ

○ ۱۲۶ ر تازی خانہ، لکھنؤ

○ دانش محل، امین آباد، لکھنؤ

مبصر : محمد عبدالرشید ندوی

☆-☆-☆-☆-☆

زیر نظر شعری کتاب معروف خوش فکر وخوش آہنگ شاعر جناب رباب رشیدی صاحب کے حمدیہ ونعتیہ کلام کا مجموعہ ہے۔ اس شعری مجموعہ میں کیا کچھ ہے اس کا اشارہ خود کتاب کے نام الف میم میں موجود ہے۔ الف سے مراد اللہ اور م سے محمد ﷺ مراد ہیں یعنی یہ حمدیہ ونعتیہ کلام کا مجموعہ ہے۔

کتاب کے پہلے حصے "باب حمد" میں حمدیہ نظمیں ومناجات ہیں اور دوسرے حصے "باب نعت" میں نعتیں اور سلام وغیرہ ہیں۔ آخر میں چند حمدیہ رباعیات اور متفرق اشعار بھی شامل کتاب ہیں۔ حمد ونعت ان دونوں موضوع پر قلم اٹھانا بڑا مشکل اور نازک کام ہے، کہا جاتا ہے کہ فن نعت گوئی تمام فنون ادب میں نہایت نازک اور دشوار فن ہے۔

ذہنی اور فکری طور پر رباب صاحب علامہ اقبال سے متاثر نظر آتے ہیں، کیونکہ ان کے اس مجموعے میں بہت سے اشعار قرآن کریم کی کسی آیت یا کسی حدیث یا ان کے کسی حصے کی ترجمانی کرتے نظر آتے ہیں، چند شعر ملاحظہ ہوں:

☆ سمندروں کی سیاہی قلم درختوں کے
حدود ان کی مقرر مگر وہ لامحدود

☆ ازل سے پہلے بھی وہ اور ابد کے بعد بھی وہ
سوائے اُس کے یہاں، کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَان

☆ وہ پتھر غزوۂ خندق میں جو اپنے شکم پر باندھے تھے
وہ شانِ نبوت، جہد وعمل اور عزم مصمم کیا کہیے

☆ اسی سے یادِ سرکارِ دو عالمؐ تازہ رہتی ہے
کہ جو بھی راستے میں آئے وہ پتھر ہٹا دینا

اب رباب صاحب کے حمدیہ کلام کا انداز ملاحظہ ہو ؎

☆ تاریک خیالوں کی ضیا کون ہے، تو ہے
دیتا ہے جو توفیق دعا کون ہے، تو ہے

☆ میں صاحب تسلیم ورضا بندۂ ناچیز
اور مقتدرِ قدر وقضا کون ہے، تو ہے

☆ یہ سوچ ہی اکثر ہمیں سرشار کرے ہے
یہ جس سے معطر ہے فضا کون ہے، تو ہے

☆ جو درد میں ڈوبی ہے نوا کس کی ہے، میری
سنتا ہے جو ہر اک کی صدا کون ہے، تو ہے

☆ پیمان وفا بھولنے والوں کو کہیں کیا ہے
جو بخش دے اس پر بھی خطا کون ہے، تو ہے

اور نعتیہ کلام کا انداز ملاحظہ ہو ؎

☆ کبھی مسئلے نہ ابھر سکے مرے ذہن فکر طراز میں
غم دو جہاں سے گزر گیا میں خیالِ شاہِ حجاز میں

☆ یہ کرم ہے رب کریم کا کہ ورق ورق ہے ضیا فگن
کوئی لمحہ سیرت پاک کا نہیں رکھا پردۂ راز میں

☆ جو نقوش پائے حضور ہیں بس انھیں کی سمت ہیں منزلیں
کہ یہ کاروانِ حیات تو ہے ابھی نشیب وفراز میں

☆ یہ جو زندگی میں ہے روشنی سب انہیں کا فیضِ جمال ہے
وہی رنگِ قرب وجوار میں وہی عکسِ دور دراز میں

☆ کبھی وردِ لب پہ درود کا کبھی شغل اُن پہ سلام کا
وہی چشمِ تر کا ہیں سلسلہ وہی میرے دل کے گداز میں

☆ تری کارسازیاں اے خدا ہیں عظیم سے بھی عظیم تر
جو ترا کرم ہو تو پاؤں خود کو پلک جھپکتے حجاز میں

☆ ابھی روح بدر وحنین میں ابھی دل میں ایک سُرور سا
ملا ذوقِ ذکرِ حبیب کا مجھے دُوریوں کے جواز میں

چند منتخب اشعار ملاحظہ ہوں ؎

☆ سفر کا اپنے یونہی اختتام ہوجائے
مدینے جائیں وہیں جا کے شام ہوجائے

☆ یہ خیال آتے ہی آنکھیں بھیگ جاتی ہیں رباب
ہم بھی طیبہ دیکھتے یعنی گلستانِ رسولؐ

☆ بُلا لیجے مدینے ہم کو بھی اب کے برس آقاؐ
وہ ہے اب زندگی کی تیز رفتاری کہ بس آقاؐ

☆ جب خیال آیا مدینے کا، طبیعت کھل اٹھی
جو بھی منظر ذہن میں اُبھرا، سنہرا ہوگیا

☆ اللہ کو بھی محبوب ہو وہ، مقبولِ خلائق بھی ٹھہرے
جو ان کی نظر میں آجائے، ہر آنکھ کا تارا ہوجائے

☆ وہ غارِ حرا کی خلوت میں اک سوچ پئے اُمت اپنی
محبوبِ خدائے برتر کا اپنوں کے لئے غم کیا کہیے

☆ آرزو یہ ہے مدینہ ہی تصور میں رہے
اس سے پہلے کہ بڑھیں اور اندھیرے آقاؐ

خوبصورت اور بہترین ٹائٹل، عمدہ گلیزڈ کاغذ، خوبصورت اور صاف ستھری کمپوزنگ، بعض جگہ البتہ املاء کی غلطیاں ہیں جنھیں ہاتھ سے درست کردیا گیا ہے۔ امید ہے کہ اس مجموعے کی اشاعت سے اردو کی حمدیہ ونعتیہ شاعری کے سرمایہ میں خاطر خواہ اضافہ ہوگا اور اس سے اردو زبان وادب کے شائقین اور عشاق ومحبین مستفید ومحظوظ ہوں گے۔

☆☆☆☆☆

عالمی خبریں

☆ سید معید اشرف ندوی

☆ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ایک قرار داد کی منظوری دی ہے جس میں اسرائیل کی طرف سے مشرقی بیت المقدس کو ضم کرنے کی مذمت کی گئی ہے قرارداد کے حق میں ۱۵۴ ر ملکوں نے ووٹ دیا ۵ ر نے مخالفت کی جب کہ ۶ ر نے رائے شماری میں حصہ نہیں لیا امریکہ نے پہلی بار قرار داد کی مخالفت میں ووٹ دیا جب کہ اس سے پہلے وہ ووٹنگ میں حصہ نہیں لیتا رہا یورپی یونین کے تمام ۱۵ ر رکن ملکوں نے قرار داد کے حق میں ووٹ دیا۔ قرار داد میں سلامتی کونسل کی قرار دادوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے سفارتی مشن بیت المقدس منتقل کرنے کے فیصلے پر بھی افسوس کا اظہار کیا گیا۔ ایک اور قرار داد میں نہتے فلسطینی شہریوں کی ہلاکت پر تشویش کا اظہار کیا گیا ہے اور اسرائیل سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ ۱۹۶۷ کے بعد زیر قبضہ علاقے خالی کردے اور آزاد فلسطینی ریاست کے قیام کا کام تیز کیا جائے۔ امریکا اور اسرائیل کے شدید اعتراضات کے باوجود اقوام متحدہ نے اسرائیل کے خلاف چھ قرار دادوں کی منظوری دی ہے جن میں مقبوضہ بیت المقدس پر قبضے اور اسرائیل کی ظالمانہ پالیسیوں کی شدید مذمت کرنے کے علاوہ خطے میں امن کے قیام کے لئے نئی امن کوششیں شروع کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کا تین روزہ اجلاس اختتام پذیر ہوگیا جس میں مشرقی وسطی کی تازہ ترین صورت حال پر تبادلۂ خیال کیا گیا۔ ایک اہم قرار داد میں اقوام متحدہ، امریکہ، یورپی یونین، روس اور عرب ممالک سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اسرائیل اور فلسطینیوں کے درمیان کشیدگی کے خاتمے اور علاقے میں قیام امن کے لئے ٹھوس اقدامات کریں اور دونوں فریقوں کو مذاکرات کے لئے قائل کیا جائے اس قرار داد کی ۱۶۰ ر ممالک نے حمایت کی جب کہ اسرائیل اور امریکا سمیت چار ممالک نے اس کے خلاف ووٹ دئے۔ اسرائیل کے خلاف قراردادوں کی منظوری سے عالمی سطح پر اسرائیل مخالف جذبات کی مکمل عکاسی ہوئی ہے جنرل اسمبلی کے اجلاس سے فلسطینیوں کے نمائندے نصیر الکدوہ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قراردادوں کی مخالفت سے امریکا کا گھناؤنا چہرہ کھل کر سامنے آگیا ہے جب کہ تمام عرب ممالک کا خیال ہے کہ اسرائیل کے خلاف بھاری اکثریت سے قرار دادوں کی منظوری سے امریکا کے منہ پر طمانچہ پڑا ہے۔

☆ اسرائیل نے امریکا سے چار ارب ڈالر کی اضافی امداد طلب کی ہے جب کہ امریکا نے اسرائیل کو نئے پیٹریاٹ میزائل دینے کی پیش کش کی ہے جو عراق سے فائر کئے گئے میزائلوں کو راستے میں ہی روک کر تباہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اسرائیل نے امریکا سے کہا ہے کہ اسے انسداد دہشت گردی اور امریکا کی عراق کے خلاف جنگی تیاریوں کے باعث چار ارب کی ضرورت ہے جب کہ اسے مزید ۱۰ ارب ڈالر قرضے کی گارنٹی بھی دی جائے تاکہ وہ اپنے معاشی حالات بہتر کرسکے واضح رہے کہ امریکا اسرائیل کو سالانہ ۲۱ ملین ڈالر کی امداد دیتا ہے اور یہ نئی امداد کے علاوہ ہوگی۔

☆ امریکی صدر جارج بش نے مستقبل میں گیارہ ستمبر جیسے حملوں سے بچنے اور امریکہ کی داخلی سلامتی بہتر کرنے سے متعلق ایک نئے محکمے کے قیام کی منظوری دی ہے اور اس کو ایک اہم ضرورت قرار دیتے ہوئے اس کی وسیع اختیارات دے دئے ہیں اس مسودہ قانون کی منظوری سے امریکی حکام زیادہ سخت طریقے سے دہشت گردوں سے نمٹ سکیں گے۔ نئے محکمے کا نام ڈیپارٹمنٹ فار ہوم لینڈ سیکورٹی ہے اور یہ ملک میں پہلے سے قائم سیکورٹی کے محکموں کے کام کو آگے بڑھائے گا۔ ڈیپارٹمنٹ فار ہوم لینڈ سیکورٹی میں ایک لاکھ ۷۰ ر ہزار افراد ملازم ہوں گے اور اس کا سالانہ بجٹ ۴۰ ر ارب ڈالر ہوگا، امریکا کی ۲۲ سیکورٹی ایجنسیاں اس محکمے کے ماتحت ہوں گی۔ ٹامرج جو کہ گیارہ ستمبر کے بعد سے امریکی صدر کے داخلی سیکورٹی کے معاملوں کے مشیر کا کام کرتے رہے ہیں اس محکمہ کے سربراہ ہوں گے۔ محکمے کے قیام کا اعلان کرتے ہوئے صدر بش نے کہا کہ اتنے بڑے ملک میں ہر حملے کو روکنا ممکن نہیں لیکن ہم عوام کے تحفظ کے لئے ہر ممکن اقدام کریں گے انہوں نے کہا کہ ہمیں ایک ایسے دشمن کا سامنا ہے جو اپنے ارادے میں پختہ ہے اس محکمے کی تشکیل میں دو سال لگ سکتے ہیں۔ اور خدشہ ہے کہ جس وقت سرکاری مشنری کی تیاریاں اس محکمے کے قیام پر مرکوز ہوں گی ملک میں حفاظتی انتظامات کمزور پڑ سکتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

Resi : 2268177
Mobile : 9415002535
Shop : 2213736, 2500667

سونے اور چاندی کی دنیا میں ۷۵ سالہ دیرینہ نام

حاجی صفی اللہ جویلرس

ہمارا نیا شوروم

گڑبڑ جھالہ کے سامنے امین آباد لکھنؤ

پروپرائٹر : محمد اسلم

Haji Safiullah Jewellers

Opp. Gadbad Jhala, Aminabad, Lucknow.-18

بفضلہ

بہترین مٹھائیوں اور بیکری مصنوعات سے وابستہ نام

سلیمان عثمان

چند خاص مصنوعات: افلاطون، ڈرائی فروٹ برفی، ڈرائی ڈیٹ برفی، انجیر پاک، اخروٹ پاک، انڈا پاک، بادام کا زعفرانی حلوہ، بادامی حلوہ، سوہن حلوہ، بادامی سوہن حلوہ، کاجو تکی، کاجو رول، ملک کیک.....

ان کے علاوہ کاجو بسکٹ اور دیگر کئی قسم کے بسکٹ خستہ نان خطائیاں۔

شیریں رواج، شیریں مزاج

سلیمان عثمان مٹھائی والے

Fax: 0091-22-8341635 Telex: 011-79341 BARI IN

مئو کا بنا تیز اثر دار افضلس نورانی تیل

AFZALS

لیبل و کیپ پر AFZALS اور MAU CITY دیکھ کر خریدیں

INDIAN CHEMICAL CO. NEW CHEMICAL CO.
Mau Nath Bhanjan- Mau- 275101 (U.P.)

بمبئی کے قارئین "تعمیر حیات" سے

بمبئی کے قارئین "تعمیر حیات" سے گذارش ہے کہ "تعمیر حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
Tea Merchants
44, Haji Building, S.V. Patel Road,
Null Bazar, Mumbai 400 003
Tele: Add CUPKETTLE Tel.: 3460220, 3468708
Tel. (R) 3095852

Shop: 260890
Resi: 269562

MOHD. IRFAN
PROPRIETOR

NEW KAREEM JEWELLERS

نیو کریم جویلرس

دوکان نمبر ابلد مارکیٹ ایک منارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ لکھنؤ

کامیابی کی راہیں

امین شجاع

غیر دانش مندانہ طرزِ عمل کے نتائج کبھی اچھے اور پسندیدہ نہیں ہوا کرتے اور اگر ایسے طرزِ عمل کے بالمقابل شاطرانہ چالیں بھی کام کررہی ہوں تو نتائج اور زیادہ سنگین ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک تسلیم شدہ اُصول ہے۔ جہاں اس نوعیت کی غلطی ہوگی، چاہے وہ انفرادی نوعیت کی ہو یا اجتماعی نوعیت کی، نتیجہ وہی سامنے آئے گا جو کہ واقعات کی دنیا میں پیش آیا کرتا ہے۔

اس نکتہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے اگر تاریخِ عالم کا مطالعہ کیا جائے تو ایسی مثالیں سامنے آئیں گی کہ بعض دفعہ مثبت طرزِ فکر کے حاملین سے غیر دانش مندانہ طرزِ عمل اختیار کرنے کی غلطی ہوئی اور منفی طرزِ فکر کے علمبردار اپنی شاطرانہ چالوں کی بدولت کامیابی کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

بادی النظر میں محسوس ہوتا ہے کہ مثبت طرزِ فکر کا حق ہے کہ اسے کامیابی حاصل ہو اور منفی طرزِ فکر ناکام و نامراد ہو۔ یہ ایک نیک تمنا ہے لیکن یہ دنیا عمل کی دنیا ہے نہ کہ محض تمناؤں کی دنیا۔ عمل کی دنیا میں بازی وہی لے جائے گا جو حرکت و عمل، جہد مسلسل اور تدبیر میں اپنے حریف یا فریق مخالف کو پیچھے چھوڑ دے۔ واقعات کا تجزیہ بتاتا ہے کہ کسی فکر کا محض اچھا، مثبت اور تعمیری ہونا اس فکر کی کامیابی کا ضامن نہیں بن سکتا۔ اسی طرح کسی فکر کا محض منفی اور تخریبی ہونا اس کی ناکامی کا باعث نہیں ہوسکتا (اگرچہ وہ کامیابی عارضی اور وقتی ہو)

منفی طرزِ فکر کا علمبردار طبقہ اگر اپنی فکر کو پیش کرنے اور اسے مؤثر و کارگر بنانے کے لئے لگن و فعالیت اور اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے ہوشیاری و زیرکی کا ثبوت دے اور اس کے برخلاف مثبت فکر کی صدا لگانے والے اپنے فکر سے وابستگی کے لئے مطلوبہ درجہ کی دُھن اور اپنے مقصد کی کامیابی کے لئے اس سطح کی بیدار مغزی کا ثبوت نہ دے سکیں تو ظاہر ہے کہ اول الذکر طبقہ غالب رہے گا اور مؤخر الذکر حلقہ مغلوب۔

اس سے قطع نظر کہ فکر اور مقصد منفی ہے یا مثبت، تعمیری ہے یا تخریبی، کامیابی کے لئے اپنے مقصد کا عزیز ہونا اور اس مقصد کے حصول کی خاطر ایثار کے لئے آمادہ ہونا ضروری ہے۔ عمل کی اس دنیا میں کامیابی اس کے لئے مقدر ہے جو مقصد سے گہرا لگاؤ رکھے اور اس کے لئے قربانی دینے کے لئے بھی تیار رہے چنانچہ تاریخ عالم میں ایسی شخصیتوں یا تحریکوں کی حیرت انگیز کامیابی بھی دیکھنے کو ملتی ہے کہ جن کے افکار و نظریات عالم انسانیت کے لئے خطرناک اور شرمناک تھے اور اسی کے ساتھ تاریخ ایسی مثالیں بھی پیش کرتی ہے جب مثبت و تعمیری فکر کے حاملین نے اپنے مقصد سے سچے عشق کا اور اس کی خاطر حسن تدبیر کے ساتھ ساتھ ایثار و قربانی سے کام لینے کا ثبوت پیش کیا اور نتیجہ میں وہ غالب آئے۔

ایک شخص گلاب کا بیج بوئے اور اسے ضروری کھاد اور پانی دیئے بغیر گلاب کے کھلنے کی تمنا کرے تو یہ تمنا کبھی پوری نہیں ہوسکتی اس کے برخلاف ایک شخص ببول کا بیج بوئے اور اسے پروان چڑھانے کے لئے پوری کوشش بھی کرے تو ظاہر ہے کہ ببول کا درخت پھلے پھولے گا۔

کامیابی کی منزل مقصد سے سچے عشق، حسن تدبیر اور ایثار کی راہوں سے ہو کر گزرتی ہے نہ کہ محض تمناؤں میں مگن رہنے اور اندیشوں میں گرفتار رہنے سے!!